ماہنامہ

مُجلّہ الحقیقہ

پاکستان

درس حدیث



درس قرآن

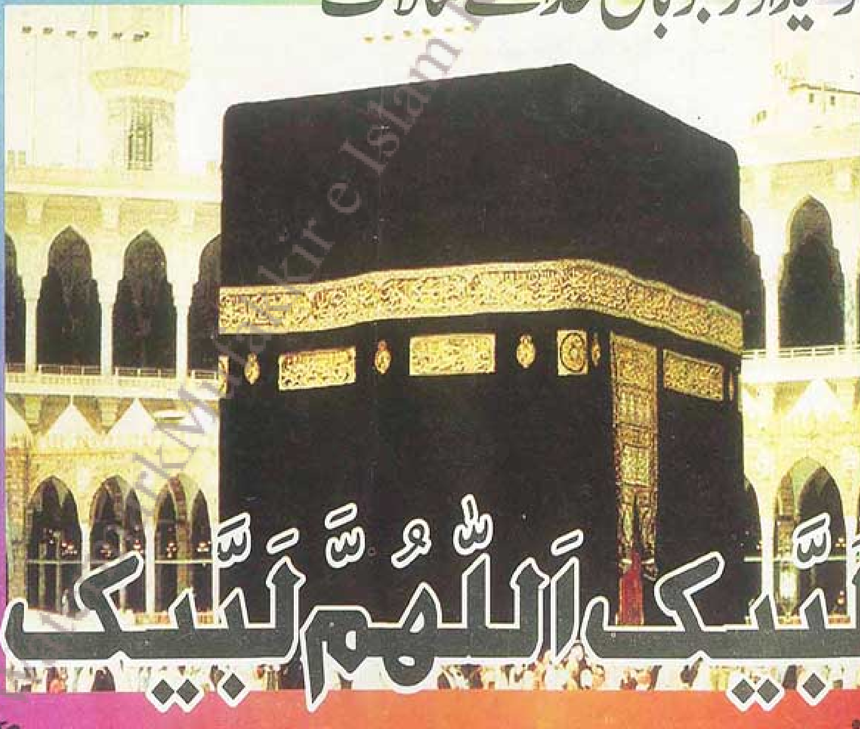
قارئین مجلّہ

کو



اہل العرفان

توحید اور محبوبان خدا کے کمالات



یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

مجلہ الحقیقہ

زیر سرپرستی
حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

مدیر اعلیٰ: شجاعت علی مجاہد
مدیر مسئول: ابو طلحہ نوری
مدیر اعزازی: ابو عبداللہ نقشبندی

ذیقعد / ذوالحجہ ۱۴۲۲ — فروری 2002ء
جلد نمبر 2 — شمارہ نمبر 5

ادارت

صاحبزادہ نور المصطفےٰ رضوی
ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری — محمد رضاء الدین صدیقی

زیر اہتمام: حاجی اخلاق احمد نقشبندی
مشیر قانونی: غلام فرید چوہدری
ایڈووکیٹ ایم اے ایل ایل بی
ہائی کورٹ بار سیالکوٹ

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) ——— 10 روپے
یورپ (فی پرچہ) ——— 1 پونڈ ——— سالانہ 10 پونڈ
یو ایس اے (فی پرچہ) ——— 1.5 ڈالر ——— سالانہ 15 ڈالر
عرب ممالک (فی پرچہ) ——— 3 ریال ——— سالانہ 30 ریال

اس شمارے میں

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا

الآاِن اَولِیاءَ اللہ لا خوف علیھم وَلا ھم یحزنون ۝ (یونس۔۲۶)

ترجمہ: سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم

اسلام، امن اور پاکستان

اسلام بہترین خصوصیات سے آراستہ ہے اور اگر ان تمام گوناگوں خصوصیات کا نچوڑ ایک ہی لفظ میں ادا کرنا مقصود ہو تو یہ امن کا دین ہے بلکہ سراسر امن ہے۔ پائیدار امن، دو جہاں کا امن، ظاہر و باطن کا امن۔ فرد و ملت کے لئے امن۔ اسلام اور امن کبھی جدا ہو ہی نہیں سکتے بلکہ اسلام کا معنی ہی امن ہے چنانچہ اسلام آیا تو گویا امن آیا۔ جہاں اسلام پہنچا، وہیں امن پہنچا۔ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور دراصل قرآن کی رو سے جہاد بھی فتنہ و فساد اور دہشت گردی مٹانے کے لئے ہے۔ انسان اسلام کے دامن میں آتا ہے تو گویا امن و امان کی چھاؤں میں آ جاتا ہے۔ شام، عراق، یمن، بحرین، ایران روم جہاں جہاں بھی اسلام پہنچا انسانیت کو ہاں، ہاں پسی ہوئی۔ دبی ہوئی۔ سہمی ہوئی۔ انسانیت کو سکون مل گیا۔

یہ ہے اسلام کی اصل حقیقت چنانچہ ایک حدیث پاک کی رو سے حضرت عمرو بن سلمی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے ہوئے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ نے کیا پیغام پہنچانے کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو ارشاد ہوا (اس نے مجھے رسول بنایا ہے کہ تمہیں بتاؤں) صلہ رحمی کیا کرو، خونریزی سے بچو، راستوں کو پر امن رکھو اور بت توڑ کر اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ مگر افسوس دور حاضر میں اسلام کی اس حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا اور نظر انداز کرنے والے صرف اغیار ہوتے تو زیادہ دکھ اور تعجب نہ ہوتا۔ سب سے زیادہ اسلام کی امن پسندی کا تصور وہ لوگ تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں جو بظاہر خدمت اسلام اور حفاظت اسلام کا لیبل لگا کر دہشت گردی پھیلا رہے ہیں عملی بھی اور فکری بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں ایک عرصے سے فرقہ وارانہ منافرت قتل و غارت تک پہنچ چکی ہے۔ اور دن دہاڑے کئی قیمتی جانیں اس کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ کئی حکومتیں یکے بعد دیگرے آئیں مگر کسی کو بھی یہ توفیق نہ ملی کہ اس دہشت گردی پر کوئی پابندی لگا دیتی۔ اس ضمن میں جہاد کے نام سے چندہ بٹورنے والی جماعتیں بھی آتی ہیں۔ عموماً ان کی شکلیں بھی دہشت زدہ کر دینے والی ہیں اور ایسی شکل و شباہت اور حلیہ پھیلانے سے ان کی غرض ماحول کو دہشت زدہ کرنا بھی ہے۔ کتنا چندہ جمع کیا۔ کوئی خبر نہیں۔ کتنا کشمیر فتح کیا۔ جواب ندارد۔ لوگ چشم دید گواہ ہیں کہ لاکھوں کروڑوں کی رقم سے قیمتی گاڑیاں لی گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے بڑے بڑے محل تعمیر ہو گئے۔ دینی مدرسے جہاں دین سکھایا جانا چاہئے۔ اسلحہ خانے بنا دیئے گئے۔ اور گھر سے حصول علم کے لئے آنے والے نوخیز نوجوانوں کو مرنے اور مارنے کا سبق دے دیا گیا۔ کئی سال سے یہ کھیل جاری تھا خصوصاً ایک دو سال سے تو یہ پروپیگنڈا بھی ہو رہا تھا کہ مدرسوں میں پڑھنے والوں کی فوج اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ پاکستانی فوج بھی اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ جہاد کشمیر میں جس لشکر کا چرچا سب سے زیادہ کیا گیا وہ لشکر طیبہ ہے۔ اس کے سربراہ حافظ سعید نے چند ماہ قبل لاہور میں ایک تقریر کی تو ایک رپورٹ کے مطابق ایک کروڑ روپیہ جمع ہوا۔ ایسے کروڑوں روپوں سے بھولے بھالے بچوں کے ذہن مسموم کرنے کے لئے لشکر طیبہ کے زیر اہتمام کئی تعلیمی ادارے سکول اور مکتب کھولے گئے۔ جوانوں کو رفع یدین، آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام جیسے فروعی مسائل میں مناظرہ سکھانے کی کوشش کی گئی۔ یعنی جس دور میں بظاہر جہاد کشمیر کا نعرہ لگایا گیا، اسی دور میں قوم کو اتحاد کی بجائے انتشار میں مبتلا کرنے کی سازشیں

پروان چڑھتی رہیں۔ اور یہ ناپاک گھناؤنا اور پریشان کن فریضہ سب سے زیادہ لشکر طیبہ ہی نے سرانجام دیا۔ اور کشمیر میں جہاد کس انداز میں کیا؟ ہماری اطلاع کے مطابق وہاں بھی زیادہ تر مزارات اولیاء کی بےحرمتی کی اور مسلمانان اہل سنت کو پریشان کیا۔ کتنا ہولناک ہوگا وہ منظر جب چند نام نہاد مجاہد بعض مزارات کے جھنڈوں سے اپنے جوتے اور وہ بھی ان کے مخلص عقیدتمندوں کے سامنے صاف کرتے تھے۔ ہمیں اس بات میں رتی بھر شک نہیں کہ جہاد کشمیر وغیرہ محض تربیت اور ریہرسل کے لئے تھا، اصل مقصد پاکستان کے نہتے عوام اہل سنت کا قتل عام تھا جو عنقریب شروع ہونے والا تھا۔ غالباً حکومت کو بھی اس قسم کی اطلاعات پہنچ گئی تھیں اس لئے صدر پاکستان نے بعض فرقہ وارانہ تنظیموں کے علاوہ لشکر طیبہ اور جیش محمد جیسی نام نہاد جہادی تنظیموں پر بھی پابندی عائد کردی ہے حق یہ ہے کہ واقعی دونوں جماعتیں اسی قابل تھیں بلکہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ صدر صاحب کے اس فیصلے سے ہزاروں لاکھوں جانیں محفوظ ہوگئی ہیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو پاکستان بچ گیا ہے اے پاکستان کو بچانے والے صدر، خداوند کریم جل مجدہ تجھے ہر آفت سے بچائے۔ یہ کام آسان نہیں تھا اور خصوصاً اس وقت جب قوم ان مجاہدوں کی ساحرانہ اداؤں کے سحر میں کھوچکی تھی اور نادانستہ طور پر ڈاکوؤں کو گھر کا محافظ سمجھ بیٹھی تھی۔ ہاں اللہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے طفیل تجھے ان فتنہ گروں کے فتنوں کو دبانے اور مٹانے کی بیش از بیش توفیق دے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد مگر پاکستان کی حفاظت کا فریضہ اس وقت کیونکر سرانجام دیا جا سکتا ہے جب تک اس کا بنیادی نظریہ یعنی دوقومی نظریہ محفوظ نہ ہو ہمیں افسوس ہے کہ آپ کے بعض مشیر سخت حق ناآشنا اسلام بیزار دشمن ہیں۔ ہاں ہاں جن لوگوں نے آپ کو مخلوط انتخاب کا مشورہ دیا ہے انھوں نے پاکستان پر ظلم کیا ہے اور اللہ اور اس کے حبیب پاک سرور لولاک ﷺ کو ناراض کردیا ہے۔ انھوں نے پاکستان کے بانی قائداعظم کا نظریہ نظر انداز کردیا اور گاندھی اور نہرو کا فلسفہ پاکستان پر لاگو کردیا۔ مگر آپ ان بدنصیب لوگوں کو جو اپنوں کی بجائے غیروں کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں مسترد کردیں اور پاکستان جس قسم کے غیر مخلوط انتخاب کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا تھا اسی کو اپنائیں ہمیں اس بات کی ازحد خوشی ہے کہ آپ نے اپنے تفصیلی خطاب میں اسلام کا ذکر بڑی محبت و عقیدت سے کیا ہے اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دیا ہے۔ ازراہ کرم اپنے الفاظ کی پاسداری کیجئے۔ اور اس کے وجود اور نظریہ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں آپ کو، خالد بن ولید کا غلام اور طارق بن زیاد، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری شیر شاہ سوری اورنگزیب عالمگیر اور احمد شاہ ابدالی علیہم الرحمۃ والرضوان کی وراثت اور جانشینی کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے۔ اور اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ملک سے صرف غیر ملکی لوگ جو غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں ہی نہ نکالے جائیں بلکہ غیر ملکی فوجیں بھی واپس کردی جائیں۔ خادم بارگاہ حضور نقش لاثانی۔ آسی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شان خلیل

ارشاد کبریائی ہے

☆اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ (اللہ کے) سچے نبی ہیں

☆اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو، بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی۔ اور اس لیے کہ وہ حق الیقین والوں میں ہو جائے۔ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارا دیکھا بولے (کیا) اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔ پھر جب وہ ڈوب گیا، بولے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا، بولے (کیا) اسے میرا رب بتاتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا۔ پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا، بولے (کیا) اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا، کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں نہیں، (سورۃ الانعام) ☆اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا، بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔ تو ان سب (بتوں) کو چورا کر دیا، مگر ایک کو (رہنے دیا) جو ان سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں، بولے کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا، بے شک وہ ظالم ہے۔ ان میں سے کچھ بولے، ہم نے تو ایک نوجوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ، شاید وہ گواہی دیں۔ بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ فرمایا بلکہ ان (بتوں) کے اس بڑے نے کیا ہوگا، تم ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں۔ تو وہ اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بے شک تم ہی ستمگار ہو، پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ تو کہا کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو، جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے، تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ بولے ان کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو، اگر تمہیں (کچھ) کرنا ہے۔ ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی (والی) ابراہیم پر، (سورۃ الانبیاء) ☆اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ

ہے مشرق سے تو اس کو مغرب سے لے آ، تو ہوش اڑ گئے کافر کے، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو، (سورۃ البقرہ) اور جب عرض کی ابراہیم نے، اے میرے رب، مجھے دکھادے تو کیونکہ مردے زندہ کرے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے، فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ بلالے، پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے (سورۃ البقرہ) ☆ تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی، پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا اے میرے بیٹے، میں نے خواب دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے، تو جب ان دونوں نے ہماری بات مانی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم واقعی تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں، بے شک یہ روشن امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم پر (سورۃ والصافات) ☆ فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ۔۔۔۔۔۔ اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور جب اٹھاتا تھا اس گھر کی بنیادیں ابراہیم اور اسماعیل، یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے، ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے، اے ہمارے رب اور رکھ ہمیں مسلمان اور اولاد میں سے ایک امت مسلمان رہے، ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر توجہ فرما، کہ تو توبہ قبول کرنے رحم فرمانے والا ہے، اے رب ہمارے ان (امت مسلمہ) میں ایک رسول بھیج انہی میں سے ان پر برتری آیات کی تلاوت کرے، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، اور انہیں خوب پاک کرے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرہ)

اشارات

☆ اللہ کریم نے اپنے خلیل علیہ السلام کا ذکر کتنے اہتمام کے ساتھ فرمایا اور ان کے روشن کردار کو سارے زمانے کے لیے باعث فخر قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیا کرام کا ذکر خالق کائنات کی سنت ہے۔ ☆ لابیہ آذر میں اہل حق کی تحقیق یہ ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ لفظ "اب" تائے، چچے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ یعقوب علیہ اسلام کے بیٹوں نے کہا، الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسماعیل واسحاق۔ (سورۃ البقرہ) اس آیت میں لفظ "آبا" جو "اب" کی جمع ہے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی شامل کیا گیا ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے تایا جان تھے، والد یا دادا نہیں تھے، ☆ اگر آذر مشرک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ (والد) کہا جائے تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین ہے اور پھر حدیث مصطفے کہ میں پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوا کی تکذیب ہے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشہور دعا ربنا اغفرلی ولوالدیّ اے ہمارے رب مجھے بخش اور میرے والدین کو بخش کا کیا مفہوم ہوگا اس دعا میں حقیقی باپ کے لئے والد کا لفظ استعمال ہوا لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کا حقیقی باپ موحد دمومن تھا اسی لئے اس کے لئے دعائے مغفرت کی جارہی ہے ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام زمین پر رہ کر زمینوں اور آسمانوں کی تمام بادشاہی کو مشاہدہ فرمادیتے ہیں تو لامکاں پر جلوہ فرما محبوب پاک ﷺ کی نگاہ مشاہدہ کا کیا عالم ہوگا، معلوم ہوا کہ محبوبان خدا کی نظروں سے زمینوں اور آسمانوں کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج کی معبودیت کا یکسرا انکار کرتے ہوئے خدائے واحد کی توحید کا علم بلند فرمایا ہر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ عالم بچپن سے ہی عرفان خدا کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے نبی کی زندگی کا کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے خالی نہیں ہوتا۔ ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خصوصی قوت استدلال

سے سرفراز فرمایا، آپ اس ذات واحد کے لئے ناقابل تردید دلائل نہایت منفرد انداز میں بیان کرتے تھے دیکھئے بتوں کی بے بسی کو کیسے اجاگر کیا کہ خود بت پرست مان گئے کہ یہ تو بولنے سے قاصر ہیں، نفع ونقصان پہنچانے سے عاجز ہیں۔ ادھر نمرود جیسے جابر وقاہر بادشاہ کے دربار میں حق گوئی کا کیا عالم ہے اور اسے کس انداز سے مبہوط کر دیا ہے کہ اسے لب کھولنے کے قابل نہ چھوڑا۔ ☆ طاقت کا استعمال حق والوں کو راہ حق سے کبھی دور نہیں کر سکتا، آگ میں کودنا منظور ہے مگر اللہ بزرگ وبرتر کی بندگی سے کنارہ کشی عبد مومن کو ہرگز گوارا نہیں، یہ جان تو اسی کی دی ہوئی ہے اور اسی پر قربان ہو جائے تو جان کہلانے کے قابل ہوتی ہے۔ ☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے دشمنوں کے مقابلے میں فتح وکامرانی سے سرفراز فرماتا ہے

☆ بت یا دیگر معبودان باطلہ پر اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو قیاس کرنا درست نہیں اگر حضرت ابراہیم کی نظر میں اللہ کے بندے اور بت برابر ہوتے تو کبھی نہ فرماتے اف لکم ولما تعبدون یعنی تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم پوجتے ہو، بت، بت ہیں۔ اللہ والے، اللہ والے ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں یہ جنت کے مالک ہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے، یہ اللہ کی عطا کردہ قوتوں سے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ☆ داستان خلیل سب کی سب نگاہ حبیب میں روشن تھی جبھی تو فرمایا جارہا ہے الم تر کیا تم نے نہ دیکھا؟ ایسا کیوں نہ ہو ہمارے حبیب ﷺ ساری کائنات کے لئے یعنی حاضر وناظر بن کر آئے ہیں ☆ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ہماری آواز سنا سکتا ہے دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا جارہا ہے کہ ان مردہ پرندوں کو آواز دو۔ اگر مردہ پرندے سن سکتے ہیں تو دنیا سے جانے والے انسان کیوں نہیں سن سکتے اگر مردہ پرندوں کو پکارنا جائز ہے تو انسانوں بلکہ اللہ کے محبوب انسانوں کو پکارنا کیوں جائز نہیں؟ ☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی زبان میں وہ تاثیر پیدا کر دیتا ہے کہ وہ مردوں سے مخاطب ہوں تو وہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ واقعہ آخرت میں اٹھنے کی بہترین دلیل ہے مشاہدہ بھی ہے تجربہ بھی ہے ☆ حضرت خلیل کے جذبہ ایثار کی لازوال مثال بیان فرمائی کہ انہوں نے اپنے محبوب حقیقی کے نام پر اپنا لخت جگر بھی قربان کر دیا۔ یہ عشق کی انتہا ہے ادھر لخت جگر نے بھی آداب فرزندی کا حق ادا کر دیا اللہ اللہ آرزومندی کا درد وسوز انسان کی متاع بے بہا ہے، مقام بندگی میں اتنا لطف ہے کہ بندہ شان خداوندی کو بھی حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ بعض علماء کے نزدیک بذبح عظیم سے مراد امام حسینؓ کی ذات ہے کہ حضرت ذبیح کا شایان شان فدیہ تو وہی ہو سکتے ہیں۔ ☆ اسی عبدیت کا ملہ کی بدولت انسان کو رحمان کا سلام پہنچتا ہے اور انسان اجر عظیم کا سزاوار ہوتا ہے ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انسانوں کے امام ہیں، اسی لئے آپ کے مقام کو جائے نماز قرار دیا گیا، معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی یادگار کو خود اللہ پاک نے جائز قرار دیا ہے۔ ☆ عظیم باپ اور حلیم بیٹے نے خدا کا گھر بنایا اور دعا کی کہ اپنا رسول بھیج، معلوم ہوا کہ گھر بنانا اور۔ گھر بسانا اور ہے، خدا کا گھر اگر خلیل اللہ نے بنایا ہے تو حبیب اللہ نے بسایا ہے

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ایک جماعت ضرور مسلمان رہی۔ اور اسی مسلمان جماعت میں آخری رسول محمد مصطفےٰ ﷺ پیدا ہوئے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والد گرامی اور والدہ ماجدہ مسلمان تھے اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین انسان تھے، آپ کے تمام آباؤ اجداد اہل ایمان تھے ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا کیا مطلب ہوگا؟ ☆ حضرت خلیل علیہ السلام سب کچھ کرنے کے بعد بھی حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب گار ہیں ان کے حاجتمند ہیں ان کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ جب انسانوں کے امام کا یہ عالم ہے تو انسانوں کو بھی حضور علیہ السلام کا نیازمند ہونا چاہیے۔ جو بھی حضور سے مستغنی ہوتا ہے وہ ہر نعمت سے تہی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی جائے پناہ ہیں، کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔ ان کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں۔ یہ سب دولتیں حضور ﷺ ہی کے دم قدم کا صدقہ ہیں یعنی پاک کرنا حضور ﷺ کا کام ہے ماننا پڑے گا کہ پاک کرنے والا، پاک کیے جانے والے کے قریب ہوتا ہے، ورنہ پاکیزگی کا عمل کیسے ہوگا اسی لئے قرآن نے فرمایا یہ نبی تو مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

سلام نیاز

پروفیسر محمد حسین آسی

السلام اے سرور دنیا و دیں
السلام اے رحمۃ للعلمین

السلام اے مالک خلد و جناں
السلام اے تاجدار دو جہاں

السلام اے صاحب خلق عظیم
السلام اے صاحب لطف عمیم

السلام اے نائب رب العلی
السلام اے ذوالعطائین عطا!

السلام اے تاجدار دوسرا
السلام اے مرکز جود وسخا

السلام اے منبع حیات
السلام اے مطلع نور صفات

السلام اے بے کسوں کے غمگسار
السلام اے بے سہاروں کے حصار

السلام اے زینت قصر دنیٰ
صدر بدر بزم قرب کبریا

السلام اے حاصل کشت شہود
گوہر مقصود دریائے وجود

السلام اے عالم علم لدن
السلام اے کاشف اسرار کن

السلام اے محرم قلب نہاں
السلام اے راحت وتسکین جاں

السلام اے چارہ بیچار گاں
اے نصیر عاجزاں و بے کساں

نقش لاثانی صدقہ یا رسول
یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

درس حدیث

شانِ اسماعیل

غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے

فرمان مصطفائی ہے

☆میں دو ذبیحوں کا لخت جگر ہوں ☆قربانی تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (قربانی کے جانور کے) ہر بال کے عوض نیکی ہے (اسی طرح) اون کے ہر بال کے عوض نیکی ہے۔ (ماجہ) ☆عید بقر کے دن انسان کی کوئی نیکی ایسی نہیں جو خون بہانے سے زیادہ خدا کو پیاری ہو، قربانی (کا جانور) اپنے سینگوں، بالوں، کھروں کے ساتھ آئے گا اور (اس کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ قبول ہو جاتا ہے لہذا خوش دلی سے قربانی کرو۔ (ترمذی) ☆اے اللہ (یہ قربانی) تجھ سے ہے اور تیرے لیے ہے محمد مصطفٰے اور ان کی امت سے بسم اللہ اللہ اکبر۔ (احمد، ابوداود) ☆حضور ﷺ نے جانور ذبح فرمایا اور کہا بسم اللہ، الٰہی اسے محمد مصطفٰے، آل مصطفٰے اور امت مصطفٰے کی طرف سے قبول فرما۔ (مسلم)

دو ذبیحوں سے مراد حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، کی ذات مبارکہ ہے گویا ان دو شخصیات کی عظیم نسبت کو

☆ اشارات ☆

حضور ﷺ نے اپنے لئے باعث اعزاز قرار دیا۔ ☆اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، ایمان کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے ورنہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ان کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ یاد رہے کہ ☆اہل کفر کے ساتھ نسبت قائم کرنے کو فخر عالم ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اس حدیث میں انہوں نے سیدنا عبداللہ اور ایک دوسری حدیث میں سیدنا عبدالمطلب کے ساتھ نسبت قائم فرمائی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کے والد گرامی اور جد گرامی عظیم مسلمان تھے۔ ☆اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ ادائے قربانی اس قدر محبوب ہے کہ اس کو امر کر دیا ہے۔ مسلمان ہر سال اس یادگار کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں ☆جو جانور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے ایثار کے ساتھ منسوب ہے اس کا کیا مقام ہے ہر بال کے بدلے نیکی نصیب ہوتی ہے۔ ☆جو دن ان سے متعلق ہے اس کا کیا مقام ہے۔ وہ عید کا دن ہے اس دن کا نیک عمل دوسری بڑی بڑی نیکیوں سے بھی افضل ہوتا ہے

☆قربانی قیامت کے دن گواہی فراہم کرے گی اور مسلمان کی نجات ہو جائے گی ☆حضور ﷺ قربانی فرماتے وقت اپنا ذکر فرماتے اپنی آل پاک اور اپنی امت مرحومہ کا ذکر فرماتے۔ معلوم ہوا کہ ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے مسلمانوں کو بھی پہنچتا ہے اور جس نے نیک عمل جاری کیا جب تک لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے ان کو ثواب اس جاری کرنے والے کو بھی ملے گا اس اصول کے تناظر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان ملاحظہ کیجئے۔ یاد رہے کہ ☆عید بقر کے تین دن میں حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قربانی یوم اضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے ایسی روایت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ترمذی)

درس فقہ

قربانی کے ایام کی تحقیق

غلام مصطفی
مجددی ایم اے

غیر مقلدین اکثر و بیشتر احادیث ناسخہ، اجماع صحابہ اور تعامل امت کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ احکام شریعہ کے بارے میں قوم کو اس راستے پر ڈالا جائے جس کو چودہ سو سال سے ساری امت محمدیہ نے چھوڑ دیا ہے اس کی مثالیں ان کے کردار سے مل سکتی ہیں۔ ایک مثال یہ ہے کہ ان کے نزدیک چوتھے دن بھی قربانی جائز ہے حالانکہ یہ امر آثار صحابہ، تابعین، ائمہ کرام امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد حنبل، امام سفیان ثوری اور جمہور فقہا، صوفیہ اور عوام المسلمین کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

1-قرآن پاک:- اللہ پاک نے ارشاد فرمایا

ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام

اور وہ معلوم دنوں میں جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں۔ اس آیت کی شرح میں امام ابوبکر رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایام معلومات سے مراد ایام ذبح ہیں۔ اور لفظ ایام کم از کم دنوں پر بولا جاتا ہے۔ تین دن تو واقعی ثابت ہوا ان سے زیادہ دنوں پر کوئی دلیل نہیں لہٰذا وہ ثابت نہیں۔ احکام القرآن جلد ۳ ص ۲۳۵

2-حدیث پاک

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا من ضحی منکم فلا یصحن بعد ثلثۃ وفی بیتہ منہ شئی، جو شخص قربانی کرے اس کے گھر تیسری رات کے بعد گوشت نہیں رہنا چاہیے (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۵) معلوم ہوا کہ قربانی تین دن تک ہے ورنہ سرکار مدینہ چار دن تک گوشت رکھنے کی اجازت عطا فرما دیتے، فقہائے حنابلہ نے اس حدیث سے تین دن قربانی کا جواز پیش کیا ہے۔

3-حضرت عمر فاروق کا ارشاد:

حضرت ماعز ابن مالک کہتے ہیں کہ ان کے باپ نے حضرت عمر فاروقؓ سے سنا۔ انما النحر فی ھذہ الایام الثلاثۃ (محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کا بھی یہی قول ہے (عینی علی الھدایہ جلد ۴ ص ۱۱۷)

4-حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد:

النحر ثلاثۃ ایام افضلھا اولھا

قربانی تین دن ہے افضل پہلا دن ہے۔ محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷) موطا امام مالک ص ۱۸۸)

غیر مقلدین کے امام ابن حزم ظاہری نے اس روایت کے راوی ابن ابی لیلیٰ پر تنقید کی ہے کہ ان کا حافظہ درست نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ صحاح ستہ کے جامعین و محدثین نے ان سے روایات لی ہیں اور دیگر ناقدین رجال نے ان کو ثقہ، فقیہ اور جائز الحدیث تسلیم کیا ہے۔ (تہذیب

التہذیب جلد ۹ ص ۳۰۲) تعجب ہے ان غیر مقلدین کی عقل وفکر پر کہ امام اعظم جیسے عظیم اماموں کے قول کو ماننا شرک سمجھتے ہیں جبکہ ابن حزم اور ابن تیمیہ جیسے متنازعہ لوگوں کی تقلید کرتے ہیں۔

5-عبد اللہ بن عباس کا ارشاد:

حضرت سعید بن جبیر حزم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا النحر ثلاثۃ ایام قربانی صرف تین دن ہے۔ (محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷)

6-عبد اللہ بن عمر کا ارشاد:

حضرت نافع سے روایت ہے سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ الاضحیٰ یوم النحر ویومان بعدہ قربانی نحر اور اس کے دو دن بعد ہے۔ (موطا امام مالک ص ۱۸۸) ابن حزم نے اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن عیاش پر اعتراض کیا ہے، حالانکہ وہ بھی صحاح ستہ کا راوی ہے ناقدین نے اس کے کمال حافظہ کا اعتراف کیا ہے۔ (تہذیب جلد ۴ ص ۶۱)

7-ابو ہریرہ کا ارشاد:

حضرت ابو مریم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا الاضحیٰ ثلاثۃ ایام۔ قربانی تو تین دن ہے۔ محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷)

ابن حزم نے اس روایت کے ایک راوی معاویہ بن ابی صالح پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی صحاح ستہ کا راوی ہے، اور اصحاب صحاح نے اس پر مکمل اعتماد کیا ہے۔ اصحاب صحاح کے مقابلے میں اب ابن حزم ظاہری کی طرف کون توجہ کرے۔ ناقدین نے بھی اسے صدوق تسلیم کیا ہے۔ (تہذیب جلد ۱۰ ص ۲۰۹)

8-انس بن مالک کا ارشاد:

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا الاضحیٰ یوم النحر ویومان بعدہ (محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷ سنن بیہقی) اس روایت کی صحت پر ابن حزم نے بھی بھرپور عزم کا اظہار کیا ہے۔ (دیکھیے محلی ابن حزم جلد ۷ ص ۳۷۷)

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اگر غیر مقلدین کے امام ابن حزم ظاہری کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر صحیح ہے تو اب تو ان لوگوں کو تسلیم کر کے تمام ملت اسلامیہ کا ہمنوا بن جانا چاہیے۔ مگر یہ دوسری بہت سی ضعیف روایات پر عمل کر کے صحیح اور تعامل امت سے مضبوط روایات کو چھوڑنے کے عادی ہیں۔ اور ناسخ احکام کی بجائے منسوخ احکام پر چلنے کی بدعت سے دوچار ہیں اس لیے انہیں تسلیم نہیں۔ ورنہ اتنے صحابہ کرام کے ارشادات کافی تھے۔

غیر مقلدین کا دعوئی ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن پاک پھر حدیث پاک سے استدلال کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کے ارشادات تو ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے جیسا کہ ان کے بعض اکابر نواب صدیق بھوپالی جیسے لوگوں کو بھی ان سے شکایت ہے۔ بہر حال قرآن پاک سے یہ مسئلہ کیا ثابت کریں گے وہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ایام التشریق کلھا ذبح یعنی ایام تشریق سب میں ذبح ہے اس روایت میں معاویہ بن یحیٰ ہے جس کو امام نسائی امام ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن ابی حاتم نے اس کی وجہ سے ساری حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ (عمدہ القاری بنایہ علی الھدایہ جلد ۴ ص ۱۱۷) امام بخاری اور امام ابوداود نے اسے ضعیف کہا ہے زہری نے منکر الحدیث کہا ہے، (تہذیب جلد ۱۰ ص ۲۱۹) دیگر ناقدین نے بھی اسے ہرگز پسند نہیں کیا۔ کما قال ابن حجر رحمۃ اللہ۔

(۲) حضرت جبیر بن مطعم نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کل ایام التشریق ذبح۔ تمام ایام تشریق میں ذبح ہے اس روایت میں سوید بن عبد العزیز راوی ہے جو بخاری، احمد، دارمی، ترمذی، ابن سعد جیسے محدثین کے نزدیک غیر ثقہ، ضعیف اور کثیر الغلط انسان ہے (تہذیب

جلد۳ص ۲۷۷) امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کے راوی ابو حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں۔ (درایہ ص ۴۳۶)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الایام المعلومات یوم النحر وثلاثة ایام بعده۔ معلوم دن نحر اور اس کے بعد تین دن (کل چار دن) ہیں۔

اس روایت میں ابن ابی لیلیٰ روای ہیں جس کو ابن حزم نے تسلیم نہیں کیا پھر اس روایت سے استدلال کیونکر جائز ہوا، دوسرا اس کا راوی عبید اللہ بن موسیٰ حضرت امام احمد کے نزدیک شیعہ ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔ (تہذیب جلد ۷ص ۵۱)

تیسرا یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر اصول حدیث ہے کہ اگر ایک شخص سے دو معارض روایات موصول ہوں تو صحیح و مستند روایت پر یقین کیا جائے گا تا کہ اس پر جس محدثین کی ایک مسلمہ جماعت نے اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا۔ حضرت ابن عباس کا وہی قول درست ہے جس کی اسناد پر کوئی جرح نہیں نیز جو دیگر صحابہ کے ارشادات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

یہاں بخشش مانگنے والوں سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو انھیں کفار و مشرکین کے گلی کوچوں میں آباد ہیں، یا وہ مسلمان ہیں جن کا ان کافروں کی اولاد میں ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ غور کیجیے حضور پرنور ﷺ کی رحمت و برکت کی وسعت پر اور غلامان مصطفٰے کے استغفار کے اثرات پر۔

اھل ایمان کی مزید برکات: اس ضمن میں ایک دو احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (حدیث قدسی) اِنِّی لَاھُمُّ بِاَھلِ الْاَرضِ عَذَابًا فَاِذَانظَرتُ اِلیٰ عُمَّارِ بُیُوتِی وَالْمُتَحَابِّینَ فِیَّ وَالْمُسْتَغفِرِینَ بِالْاَسحَارِ صَرَفتُ (الامن والعلی بحوالہ بیہقی شریف) ترجمہ:- میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں، جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں تو اپنا عذاب ان سے پھیر دیتا ہوں (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰہَ لَیَدفَعُ بِالْمُسلِمِ لصَّالِحِ عَن مِاۃِ اَھلِ بَیتٍ مِن جِیرَانِہِ الْبَلَاءَ

ترجمہ:- بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے عذاب اٹھا لیتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث روایت فرما کر آیۂ کریمہ وَلَولَا دَفعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعضَھُم بِبَعضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرضُ (اور اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک زمین تباہ ہو جاتی (الامن والعلی بحوالہ طبرانی کبیر)

اس کے بعد قرآنی الفاظ یوں ہیں۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوفَضلٍ عَلَی الْعٰلَمِینَ۔ جس کا ترجمہ ہے "مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر"

یعنی یہ اللہ کا فضل ہے وہ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع فرماتا ہے

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنِ استَغفَدَ لِلْمُومِنِینَ وَالْمُومِنَاتِ کُلَّ یَومٍ سَبعًا وعِشرِینَ مَرَّۃً کَانَ مِنَ الَّذِینَ یُستَجَابُ لَھُم وَیُرزَقُ بِھِم اَھلُ الْاَرضِ (الامن والعلی بحوالہ طبرانی کبیر) ترجمہ:- جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بخشش مانگے، وہ ان لوگوں میں ہو جاتا ہے جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے

احکام میں رعایت: بعض کے صدقے دوسروں پر کرم ہونا اور بعض کی بنا پر بعض کو رعایت ملنا شرعی و فقہی احکام میں عام ہے۔ نماز ہی کو لے لیجئے ارشاد نبوی ہے اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُم لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّف فَاِنَّ فِیھِمُ السَّقِیمَ وَالضَّعِیفَ وَالْکَبِیرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُم لِنَفسِہٖ فَلْیُطَوِّلْ مَاشَاءَ (بخاری مسلم) ترجمہ:- جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو اس کو چاہیے کہ نماز میں تخفیف کرے کیونکہ مقتدیوں میں بیمار، کمزور اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کرے گویا نماز جیسے فریضے میں بیماروں اور بوڑھوں کی معذوری کا لحاظ رکھا جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے سب کو نماز ہلکی کر کے پڑھائی جا رہی ہے بلکہ اس سے بھی پہلے نماز کی جماعت ہی کی طرف آیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں لَولَا مَافِی الْبُیُوتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّیَّۃِ اَقَمتُ صَلٰوۃَ الْعِشَاءِ وَاَمَرتُ فِتیَانِی یُحرِقُونَ مَافِی الْبُیُوتِ

بالنار (احمد) ترجمہ:۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کا حکم دے کر نماز عشاء شروع کر کے خادموں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں کو آگ سے جلادیں (جو نماز عشاء کی جماعت میں شریک نہیں ہوئے) دیکھئے نماز باجماعت میں شامل نہ ہونے والوں کے گھروں کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم آگ لگا دینا چاہتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جارہا یعنی عورتوں اور بچوں کی وجہ سے مجرم بھی آگ سے بچ گئے اور گھر بھی۔

اسی طرح کوئی شادی شدہ عورت زنا سے حاملہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جب تک وہ بچہ نہ جن لے بلکہ اسے دودھ نہ پلالے، اس پر رجم کی حد جاری نہیں کی جائے گی گویا یہ بچہ ہے۔ جس کی وجہ سے ماں کی سزا میں تاخیر کی گئی۔

عابدوں کی برکت:

نماز جنازہ کو لیجئے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَامِن مُسلِمٍ یَمُوتُ فَیُصَلِّیَ عَلَیهِ ثَلٰثَةُ صُفُوفٍ مِّنَ المُسلِمِینَ اِلَّا اَوجَب (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جب اس کو موت آئے اور اس کے لئے جنازہ کی نماز میں تین صفیں ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت واجب کر دیتا ہے جنازہ پڑھنے والے مسلمان ہوں، منافق نہیں تو ان کی تین صفیں مرنے والے مسلمان کی (منافق کی نہیں) بخشش کا سبب بن جاتے ہیں اس قسم کے اور بھی کئی مظاہر ہیں۔ میدان محشر میں صورت حال اور بھی واضح ہو جائے گی اور بیشمار فیصلے نسبتوں کے تناظر میں ہوں گے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں

شنیدم کہ در روز امید وبیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ترجمہ:۔ میں نے سنا ہے کہ امید اور خوف کے دن یعنی قیامت میں رب کریم نیکوں کے صدقے میں بروں کو بھی بخش دے گا ان گنت حدیثوں میں سے صرف ایک حاضر ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں

مَن قَرَءَ القُرآنَ فَاستَظهَرَہُ فَاَحَلَّ حَلالَهُ وَحَرَّمَ
حَرَامَهُ اَدخَلَهُ اللّٰهُ الجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِی عَشرَۃٍ

مِّن اَهلِ بَیتِهٖ کُلُّهُم قَد وَجَبَت لَهُ النَّارُ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) ترجمہ:۔ جس نے قرآن پاک کو پڑھ کر یاد کیا اور اس کے احکام کے مطابق حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کے ایسے تین افراد کے بارے میں اس کی شفاعت مقبول ہوگی جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔ خیال فرمایئے۔ یہ اس کا مقام ہے جس نے قرآن پاک کو حفظ کیا اور اس پر عمل کیا، پھر جس شخصیت نے ایسے سینکڑوں ہزاروں شخصیت حفاظ باعمل تیار کئے۔ اس کی کیا شان ہوگی، پھر وہ اولیائے کرام جن کے دربار سے حفاظ باعمل کو تیار کرنے والوں کی کھیپ تیار ہوتی ہے اور جہاں سے قرآن کے انوار و اسرار سے سینوں کو منور کیا جاتا ہے۔ صرف تلاوت اور اس پر عمل کرنے تک یہ سلسلہ رحمت موقوف نہیں بلکہ کسی نیک مسلمان کی نیکوکاری کا فیض کہاں تک پہنچتا ہے، سنئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَیُصلِحُ بِصَلاحِ الرَّجُلِ المُسلِمِ وَلَدَهٗ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ وَاَهلَ دُوَیرَتِهٖ وَدُوَیرَاتٍ حَولَهٗ وَلَا یَزَالُونَ فِی حِفظِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَادَامَ

فہیم (مفاہیم بحوالہ رواہ ابن جریر) ترجمہ:- اللہ تعالیٰ مسلمان مرد کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے گھر والوں اور اس کے اردگرد کے گھروں کے حالات معاملات درست فرما دیتا ہے۔ اور سب اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں جب تک وہ اللہ کا بندہ ان میں موجود رہتا ہے۔

اللہ کی رحمت واسعہ فہم کا اندازہ کسی عقل وفہم سے ناممکن ہے اگر یہی بندہ صالح قبر میں سکونت اختیار کر لے تو کیا یہی صورت حال نہیں ہوگی۔ نیز دنیا میں جن کے حالات ومعاملات میں برکت دی جارہی ہے کیا یہ اسی دنیا تک محدود ہے اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید نظر نہیں آتا کہ برزخ میں بھی یہی صورت ہو اور اس کی صالحیت سے جو فیض اولاد، اور اولاد کی اولاد کو نیز دوسرے گھر والوں بلکہ اردگرد کے گھر والوں کو ملنا شروع ہوا تھا اس کی برکات قبر تک جاری رہیں اور پھر حشر میں پہنچ کر اس کی صالحیت کے فیوض کا ایک نیا سلسلہ جاری ہو جائے یہ سب کچھ اللہ کی رحمت کی وسعت کے پیش نظر تشریح کی جارہی ہے۔ اور اللہ کی رحمت تو ہماری تشریح سے بے حد وسیع تر ہے ممکن ہے تشریح کرنے والے اور اس پر یقین کرنے والے کا بھی بیڑا پار فرما دے) دنیا والوں کی نیکیوں، عبادتوں اور دعاوں سے مردوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے، بغیر کسی تفصیل میں جائے صرف ایک حدیث درج کی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرفَعُ الدَّرَجَةَ لِلعبدِ الصَّالِحِ فِي الجَنَّةِ فَيَقُولُ يَارَبِّ اَنّٰى هٰذِهٖ فَيَقُولُ بِاستِغفَارِ وَلَدِكَ لَكَ (احمد) ترجمہ:- بیشک اللہ عزوجل نیک بندے کے درجات جنت میں بلند فرماتا ہے تو یہ (نیک بندہ) عرض کرتا ہے اے مرے رب یہ درجہ مجھے کیسے مل گیا، ارشاد ہوتا ہے تیرے بیٹے کے استغفار کے سبب (تجھے یہ ترقی ملی ہے) اس قسم کے ارشادات واحادیث سے بعض نازک مزاج پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنے ضعیف ایمان کا اقرار کرنے کی بجائے حدیث پاک کو ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ آیئے قرآن پاک کا فیصلہ سنئے۔ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتهُم ذُرِّيَّتُهُم بِاِيمَانٍ اَلحَقنَا بِهِم ذُرِّيَّتَهُم وَمَا اَلَتنٰهُم مِّن عَمَلِهِم مِّن شَيءٍ (الطور-۲۱) ترجمہ:- اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کی مستحق نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ انھیں اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ضیاء القران، بحوالہ قرطبی) ان تمام شواہد پر غور فرمایا آپ نے۔ اللہ کریم نے دونوں جہان میں بعض کے ذریعے بعض کی عزت افزائی، حاجت روائی اور مشکل کشائی کا اہتمام کس شان سے کیا بلکہ خود ترغیب دیتا ہے نیکی اور پرہیزگاری کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرو (القران۔ مائدہ) ایک دوسرے کی پریشانیاں دور کرو، ایک دوسرے کی حاجتیں پوری کرو۔ ایک دوسرے کے عیب چھپاؤ، ایک دوسرے کی مشکل کشائی کرو، صرف ان کی ترغیب ہی نہیں ان کا ثواب بھی بیان فرمایا مثلاً ایک حدیث پاک پر غور فرمائیں کس شان سے دوسروں کی حاجت روائی کا صلہ بتایا جارہا ہے حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں

لَاَن يَّمشِيَ اَحَدُكُم مَعَ اَخِيهِ فِي قَضَآءِ حَاجَتِهٖ وَاَشَارَ بِاِصبَعِهٖ اَفضَلُ مِن اَن يَّعتَكِفَ فِي مَسجِدِي هٰذَا شَهرَينِ

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میری اس مسجد میں دو ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے چلے۔

نعمتوں کا مقصد:

حقیقت یہ ہے کہ ارحم الراحمین اللہ نے اپنی مخلوق میں سے جو نعمتیں کسی کو عطا فرمائی ہیں وہ محض اس کے لئے نہیں بلکہ ان سے دوسروں کی خدمت کرنا اوران کی مشکلات کا حل کرنا بھی مقصود ہوتا ہے اگر یہ نعمتیں دوسروں کے کام نہ لائی جاتیں اوران سے دوسروں کی حاجت روائی نہ کی جائے تو ضبط وسلب بھی ہو جاتی ہیں۔ سنئے حدیث پاک ان لِلّٰہِ اقواماً اختصّھم بالنعم لمنافع العباد، یقرّھم فیھا مابذلوھا فاذا منعوھا نزعھا منھم فحوّلھا الی غیرھم (مفاہیم بحوالہ طرانی، ابن ابی الدنیا)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فائدے کے لئے کچھ لوگوں کو خاص کر دیا ہے جب تک وہ ان نعمتوں کو خرچ کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان بندوں میں رکھتا ہے اور جب وہ خرچ کرنے سے رک جاتے ہیں۔تو اللہ پاک ان نعمتوں کو دوسروں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں نہایت آسانی سے سمجھنے کے لئے زکوٰۃ وصدقات کے فلسفے پرغور فرمایئے یعنی اللہ نے مال کیوں دیا؟ اس لئے نہیں کہ اس کا نفع خود تک محدود رکھا جائے، بلکہ اس لئے کہ فرزندان اسلام کے بھی کام آئے اسی لئے قرآن پاک نے فرمایا

وَفِی اَموالِھِم حَقٌ لِلسَّائِلِ وَالمَحرُومِ ٥ (الذّٰریات۔۱۹)

ترجمہ:۔اوران کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا (کنزالایمان) یہ آیت اہل جنت کے بارے میں ہے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ان کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ سائلوں اور شرم کے مارے نہ مانگنے والے مسکینوں کو اس طرح نوازا کرتے تھے گویا ان کا حق تھا کہ ان کے مال میں حصہ دار ہیں۔ یہی حال باقی نعمتوں کا ہے جیسا کہ اوپر حدیث شریف میں آپ نے دیکھ لیا۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کریم نے اپنی دنیا میں بعض کا حاجت روا، مشکل کشا، مددگار، مونس وغمخوار بنایا ہے اور جن کو بنایا ہے انھیں خود ترغیب دی بلکہ تاکید فرمائی کہ غریب غربا محتاجوں اور بے سہارا کے کام آئیں پھر اس کام آنے کو دو جہان کی عزت وآبرو اور کامیابی کا سبب ٹھہرایا۔ظاہر ہے۔جن کے پاس زیادہ دولت ہے وہ زیادہ فقیروں کے کام آسکتے ہیں جن کے پاس زیادہ قوت ہے وہ زیادہ کمزوروں کی مدد کر سکتے ہیں جن کے پاس زیادہ اختیار ہے وہ زیادہ بیکسوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور جن کے پاس زیادہ علم ہے وہ زیادہ طلباء کو گوہر علم سے مالا مال کر سکتے ہیں

وسیلے کا انکار کیوں:

اگر یہ سادہ اور روشن حقیقت ذہن نشین ہوگئی ہے تو بتایئے وسیلے کا انکار کیوں؟ یہ ساری کی ساری وسیلے کی مختلف دنیوی (اور دینی) صورتیں ہی تو ہیں محبوبان خدا کو اللہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور جن کمالات، تصرفات سے نوازا ہے وسیلہ پیش کرنے والا ان کا اعتراف کرتا ہے (یعنی خدا کے احسانات جو اس کے بندوں کے شامل حال ہیں وسیلے کے منکر کے برعکس وسیلے کا معتقد ان کا اعتراف ہے) یا یوں سمجھئے کہ وسیلے کے اعتقاد اور عمل کا پہلا فائدہ تو یہی ہوا کہ وسیلہ ماننے والا احسانات خداوندی کے انکار سے بچ گیا۔ظاہر ہے جو شخص اللہ کے احسانات کا منکر ہے وہ اللہ کے غضب کا مستحق تو ہوسکتا ہے رحمت کا نہیں۔ پھر جب وہ کسی انسان کو خدا کے احسانات کا مورد سمجھتا ہے تو ظاہر ہے اسے متقی اور زاہد وعابد سمجھتا ہے اس کے خیال میں اللہ نے اپنے متقی وزاہد بندے پر کرم فرما کر اسے خصوصی عظمتوں، قوتوں اور برکتوں سے نوازا ہے تو دراصل یہ برکت ہوئی زہد وتقویٰ کی اطاعت خدا اور رسول ﷺ کی اب سوچئے اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی فرمانبرداری کا فائدہ ہونا چاہیے یا نہیں اگر اللہ کی عبادت اور بت پجارہ کی بندگی میں کوئی فرق نہ ہو اور ان کا ایک ہی نتیجہ ہو تو سچے اور جھوٹے معبود کی پہچان کیونکر ہوگی جو لوگ وسیلے کے منکر ہیں، اس انکار کا دوسرا وبال ان پر یہ پڑتا ہے کہ ان کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ سچے معبود کی بندگی کے ثمرات اور نقصانات میں کتنا زبردست فرق ہے بلکہ ان کو اس بات کا پتا بھی نہیں چلتا کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت قرب خداوندی ہے خیال فرمایا وسیلے کا انکار کرنے والا جہنم کے کس غار میں پڑا ہوا ہے اسی تاریکی فکر

ونظر کی بنا پر اللّٰہ اہل وسیلہ کو مشرک اور کافر گردانتا ہے حالانکہ خود اسے کسی سیدھی سی بات کی سمجھ نہیں آرہی اور ایمان، تقویٰ، اطاعت، زہد و ورع خشوع وخضوع، اخلاص وتوکل کا زیادہ سے زیادہ اتنا فائدہ ہی سمجھتا ہے کہ اگلے جہان میں کامیابی ہو جائے ورنہ اس کے خیال میں اس دنیا میں نہ اسے تقویٰ وطاعت کا کوئی فائدہ نظر آتا ہے اور نہ اس کے نتیجے میں ملنے والے قرب خداوندی کا، وہ توحید کا نام لیتا ہے اس کے نعرے لگاتا ہے اسی کو اپنے خیال میں مانتا ہے مگر حقیقت میں یہ سب کچھ اس کی زبان تک ہے اسے اس توحید نے جو اس کے نزدیک بے ثمر ہے اسے کچھ فائدہ نہیں بخشا بلکہ اپنے کفر کو توحید کا نام دے کر وہ حقیقت حال سے بہت دور جا پڑا ہے اس کو معلوم ہی نہیں کہ توحید خود بہت بڑی طاقت ہے حضرت اقبال فرماتے ہیں۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
اب کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام!

قوت توحید:

ہاں ہاں کس قدر بدنصیب ہے جو توحید کو زبانی طور پر مان کر اس کی بے پناہ قوتوں، اس کے عالمگیر جاہ وجلال اور ہمہ گیر فیض کا منکر ہے اور اس کے انوار وتجلیات سے محروم ہے کسی بھی محبوب ربانی سے توسل اختیار کرنے والا توحید کی ان لاہوتی وتسخیری قوتوں کے جلوے دن رات دیکھتا ہے یا کم از کم ان پر ایمان رکھتا ہے وہ سچے دل سے جانتا اور مانتا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور اس کے قرب جیسی کوئی طاقت نہیں ہے۔ مخلوق میں جتنا کوئی اس کا مطیع اس کا نیاز مند اور اس کا مقرب ہے اتنا ہی طاقتور ہے اور چونکہ یہ اللہ والے خداداد لازوال طاقتوں کے امین ہوتے ہیں اس لئے اپنی ان طاقتوں کے ذریعے مخلوق خدا کے کام آنا ان کا فرض منصبی ہے انھوں نے محنت کی۔ نفس کا مقابلہ کیا دن رات اپنے پروردگار سے لو لگائی، اللہ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کے طفیل انہیں نوازا کسی کو غوث قطب اور کسی کو ابدال وغیرہ بنا دیا اور انھیں فرشتوں سے بڑھ کر روحانی طاقتیں عطا فرمائیں اسی لئے جناب حالی نے فرمایا۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

عقل کے اندھے یہ نہیں سمجھ پائے کہ جب فرشتوں کی حیران کن طاقتوں سے شرک نہیں ہوتا تو انسانوں کی حیران کن طاقتوں سے کیوں شرک ہو جاتا ہے۔ فرشتے جب خدا کے حکم کے مطابق اپنی خداداد طاقتیں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا انسان خدا کے حکم کے مطابق اپنی خداداد طاقتیں استعمال نہیں کر سکتے۔ پھر گذشتہ صفحات پر یہ حدیث گزر چکی ہے جن کو اللہ نعمتیں عطا فرماتا ہے انسانوں کے فائدے کے لئے ہی عطا فرماتا ہے اور اگر وہ ان نعمتوں سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچائیں تو نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں تو یقیناً اللہ نے ان بندوں کو یہ خصوصی طاقتیں اسی لئے عطا فرمائی ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ وہ توحید کے جلوے دیکھیں اور شرک سے محفوظ رہیں مگر افسوس سعید اینڈ کمپنی بالکل اس کے برعکس ہے جن نعمتوں دولتوں اور طاقتوں سے خالق قوی وقادر کی قدرت وقوت کے کرشمے نظر آتے ہیں ان کے نزدیک ان سے شرک پھیلتا ہے اس کی مزید تصدیق کہ اللہ کے محبوبوں کے خداداد کمالات مومنوں کے لئے رحمت وبرکت کی نوید ہوتے ہیں اور انھیں ان پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے نہ کہ ناراض دیکھئے۔ سورۃ احزاب کی یہ تین آیتیں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ (الاحزاب ۴۵ تا ۴۷)

ترجمہ:- اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔ دیکھئے پہلی دو آیتوں میں حضور پر نور ﷺ کے فضائل وکمالات اور مختلف اسماء وصفات کا تذکرہ ہے اور تیسری آیت میں مومنوں کو اللہ کے فضل کبیر کی خوشخبری دی جارہی ہے کیا اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسلمانوں کے لئے حضور پر نور ﷺ کی یہ صفات نہایت ہی مفید ومفیض ہیں اس لئے انھیں خوشخبری دی جارہی ہے لہٰذا اہل ایمان کو حضور پر نور ﷺ کی ان خداداد عظمتوں پر اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ (نہ کہ حافظ سعید کی طرح ان کا انکار کرکے جہنم کا مستحق ہونا) پھر وہ واقعہ بھی پیش نظر رکھئے جو پہلے گزر چکا ہے یعنی حضرت آصف برخیا کا تخت بلقیس آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آنا قرآن پاک میں مذکور ہے پھر اس کے بعد حضرت سلیمان کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہے یعنی تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ٥ (النمل ۴۰)

ترجمہ:- کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا۔

مومن اور منافق:

حقیقت یہ ہے کہ رسالت ونبوت کا منصب ہی خالق ومخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہے یعنی خالق جو کچھ عطا فرماتا ہے نبی ورسول کے ذریعے عطا فرماتا ہے اور مخلوق جو کچھ لیتی ہے نبی ورسول کے ذریعے لیتی ہے اور رسالت ونبوت پر ایمان لانا دراصل نبی ورسول کے واسطہ ووسیلہ پر ایمان لانا ہے۔ جس جس نے نبی رسول کو جتنا پہچانا اس نے نبی ورسول کی اسی حیثیت کو گویا اپنے ظرف کے مطابق پہچانا۔ کافر کو اس سے انکار ہے، مومن کو سچے دل سے اقرار ہے اور منافق نہ پورا ادھر نہ پورا ادھر۔ مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ٥

ترجمہ:- بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے چنانچہ دیکھئے منافقین کا طرز عمل اور دیکھئے اس پر اللہ کا فیصلہ سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا (الفتح۔۱۱) ترجمہ:- اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا (یعنی ہماری عورتیں بچے اکیلے تھے اور مال کی نگرانی کرنے والا بھی کوئی نہ تھا اس لئے ہم سفر میں آپ کے ساتھ نہ جاسکے) اب حضور خدا سے ہماری مغفرت چاہیں ان کی اس درخواست پر اللہ فرماتا ہے یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ٥ (الفتح۔۱۱) ترجمہ:- اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں قرآن پاک کو ان کی درخواست والتجا پر اعتراض نہیں اعتراض اس بات پر ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کی گذارش بھی زبان سے کر رہے ہیں دل سے نہیں۔ گویا یوں سمجھ لیجئے، مومن دل سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ہماری سفارش کیجئے اور ہماری بخشش کی دعا کیجئے۔ کافر نہ رسول اللہ مانتا ہے، نہ یا رسول اللہ کہتا ہے اور نہ کوئی التجا کرتا ہے البتہ زبان سے وہی کہتا ہے جو مومن کہتا ہے مگر فرق یہ ہے جو مومن زبان سے بھی مانتا ہے دل سے بھی مگر منافق صرف زبان سے کہتا ہے دل سے انکار کرتا ہے پھر سب منافق بھی ایک جیسے نہیں، بعض ان سے بھی گئے گزرے ہیں وہ زبان سے صرف رسول اللہ ہی کہتے ہیں باقی مغفرت کا ذریعہ بنانا انھیں زبان سے بھی ناگوار ہے یہ کچھ زیادہ ہی متکبر ومغرور ہوتے ہیں چنانچہ قرآن پاک گواہ ہے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ٥ (المنافقون۔۵) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر (انکار میں گھماتے ہیں۔) اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

توسل کی صورتیں یاد رہے کہ یوں کہنا کہ یارسول اللہ ہماری سفارش کیجئے یا ہمارے لئے بخشش طلب کیجئے۔ یہ توسل (یعنی وسیلہ اختیار کرنے) کی ایک صورت ہے اور اگر یوں کہے کہ یارسول ہماری مدد فرمایئے ہم پر نظر رحمت رکھئے یا ہمارا کام بنا دیجئے تو یہ بھی وسیلہ اختیار کرنے کی دوسری صورت ہے اس میں بھی وسیلہ اختیار کرنے والا حضور پرنور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرح قادر مطلق اور معطی بالاستقلال نہیں سمجھتا بلکہ حضور پرنور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حبیب، رسول، نمائندہ خلیفہ بندہ ماذون سمجھ کر ہی گزارش کرتا ہے اس کے ذہن میں یہی بات ہوتی ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی نبوت ورسالت اور خلافت عظمیٰ کا تقاضہ یہی ہے کہ جیسے حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت، حضور کی رضا اللہ کی رضا، حضور سے بیعت۔ اللہ سے بیعت یونہی حضور ﷺ سے مانگنا۔ اللہ سے مانگنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمانا اللہ کا عطا فرمانا ہے۔ حضور ﷺ کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اللہ فضل سے دیتے ہیں۔ اور اللہ کسی کو کچھ عطا فرماتا ہے تو حضور ﷺ کے صدقے سے عطا فرماتا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر گزرا نبوت ورسالت کے منصب کا تقاضا یہی ہے اور ایمان والا بلکہ عام سی عقل والا بھی اسے مانتا ہے جیسا کہ اسی مضمون کی ابتدا میں کہیں گزرا ہے کہ فرعون جیسا نالائق بھی نبوت ورسالت کے اس مفہوم کو سمجھتا تھا اسی لئے وہ موسیٰ علیہ السلام سے دفع عذاب کی التجا اس طرح کرتا تھا لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ یعنی اگر اے موسیٰ تو ہم سے اس عذاب کو ٹال دے۔ تو اس فریاد کے نتیجے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا :-ترجمہ سو جب ہم نے ٹال دیا۔ یہاں ٹالنے والے سے مراد کون ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ (یعنی ہم سے مراد اللہ اور موسیٰ علیہ السلام نہیں) صرف اللہ ہے مگر اللہ نے کب ٹالا جب فرعون نے اس کے نبی کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور پکار اٹھا کہ اب موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی ہمارے کام آسکتی ہے۔

اللہ سے کہیں ہماری مصیبت ٹال دے تو بھی مقصود وہی ہے اور اللہ کے رسول یا کسی دوسرے محبوب سے انہی الفاظ سے عرض کریں کہ ہماری مصیبت ٹال دو تو بھی مقصود اللہ ہی ہوتا ہے چنانچہ حضور ﷺ کا یہ فرمان وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰه (ترمذی) ترجمہ:- اور جب تو مانگے تو اللہ سے مانگ اور یہ فرمانا کہ تم میں سے کوئی امداد چاہے تو کہے اَعِيْنُوْنِیْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ ۔ ترجمہ:- اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے دونوں مقام پر اللہ ہی مقصود ہے ان میں سے کوئی فرمان بھی ہمیں شرک نہیں سکھارہا۔ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا ہے تو انہیں اللہ مان کر یا اللہ کا شریک مان کر نہیں بلکہ اللہ کا بندہ مان کر۔ اور اللہ کا بندہ ماننا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اسے مقصود و مستقل قرار دے کر اس سے مدد نہیں مانگی جارہی بلکہ اللہ کی بارگاہ کا وسیلہ سمجھ کر۔ چنانچہ اس سے بھی آگے جب رسول اللہ حبیب اللہ کہہ کر مدد مانگی جائے یا کچھ اور تو اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انہیں خدا یا خدا کا شریک نہیں مانا جارہا رسول اللہ اور حبیب اللہ ہی مانا جارہا ہے اور یہ ماننا کسی طور پر شرک نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ تصور ذہن نشین نہ ہو تو ہزاروں صحابہ کرام جو حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں مختلف قسم کی حاجت طلب کرتے تھے معاذ اللہ معاذ اللہ وہابیوں کے فتویٰ شرک کی زد میں آجائیں گے بلکہ خود حضور پرنور ﷺ جو انہیں اس طرز التجا سے روکنے کے بجائے ان کا دامن طلب گوہر مراد سے بھر دیتے تھے۔ کے بارے میں کیا کیا جائے گا بلکہ رسول ﷺ کے بارے میں اگر اس نکتے کو فراموش کر دیا جائے کہ وہ اللہ کے نائب، نمائندے اور مظہر ہیں تو قرآن پاک کی بیشمار آیتوں کو بھی شرک آموزی سے معاذ اللہ ملوث سمجھا جائے گا مثلاً جہاں آئے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ترجمہ:- اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی ہمارے نزدیک تو اللہ حاکم حقیقی ہے اس لئے اس کی اطاعت ضروری ہے اور رسول اس کا نائب ہے اور اس کی رضا کا نمائندہ لہٰذا اس کی اطاعت اس حیثیت سے ہے نہ کہ حاکم حقیقی کی حیثیت سے اور اس وجہ سے حضور ﷺ کی اطاعت بھی دراصل اللہ کی ہی اطاعت ہے۔ گویا اللہ اور اس کا رسول دونوں حاکم ہیں مگر اللہ خود حاکم ہے اور رسول اس کے بنانے سے۔ اس وجہ

سے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہی ہے۔

اگر خدانخواستہ اس عقیدے کو فراموش یا نظر انداز کر دیا جائے تو بظاہر الفاظ سے کسی کو یہ دھوکا لگ سکتا ہے کہ اللہ اور رسول ایک ہی جیسے حاکم اور ایک ہی طرح کے واجب الاطاعت ہیں۔ کیونکہ عبادت میں اللہ اور رسول ایک حیثیت سے آتے ہیں درمیان میں واؤ عاطفہ ہے اسی طرح کی بیشمار آیات۔ کس کس کو گنا جائے، قرآن پاک کھول کر دیکھ لیجئے، ایک ایک صفحے پر اس کے شواہد ملیں گے بلکہ اس دینے اور لینے کے بارے میں ہی دیکھ لیجئے۔

وَلَو اَنَّھُم رَضُوامَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ وَقَالُوا حَسبُنَا اللّٰہُ سَیُؤتِینَا اللّٰہُ مِن فَضلِہٖ وَرَسُولُہٗٓ اِنَّآاِلَی اللّٰہِ رَاغِبُونَ ۝ (التوبہ۔۵۹)

ترجمہ:۔اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے

کتنا واضح ہے کہ اللہ بھی دینے والا ہے اور اس کا رسول بھی، مگر اللہ اور رسول کے بارے میں یہ عقیدہ اور تصور پختہ نہ ہو کہ ایک دینے والا ہے حقیقی اور بالاستقلال وہ ہے اللہ۔ اور دوسرا دینے والا اللہ کے فضل سے ہے اور وہ ہے اس کا رسول تو معاذ اللہ وہابیہ کے اصول کے مطابق عبادت سے برابری کا شبہ پیدا ہو سکتا ہے

چند آیات بعد پھر دیکھئے

وَمَا نَقَمُوٓ اِلَّآ اَن اَغنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ مِن فَضلِہٖ ترجمہ:۔ اور انھیں (یعنی ان منافقوں کو کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا

دیکھئے یہاں اپنے فضل سے غنی کرنے والے دو ہیں ایک اللہ اور دوسرا اس کا رسول ﷺ مگر توحید و رسالت کے عقیدے کو ذہن نشین کئے بغیر یہاں پھر برابری کا شبہ پیدا ہوگا، نجانے وہابی ان آیتوں کو کس عینک سے پڑھتے ہیں اور کیسے ان پر ایمان لاتے ہیں بظاہر تو یہاں بھی ان کے عام محاورے کے مطابق شرک ہی ہے ہاں ہمیں کوئی دغدغہ نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں اللہ خود اپنے فضل سے غنی کرنے والا ہے اور حضور ﷺ خود نہیں، اپنے اللہ کے بخشے ہوئے فضل سے اغنیاء کو غنی کرتے ہیں اور حضور کا غنی کرنا دراصل اللہ ہی کا غنی کرنا ہے اللہ کسی پر فضل فرماتا ہے تو اس لئے کہ خدا ہے اور حضور ﷺ فضل فرماتے ہیں تو اس کے اذن سے، اس کی دی ہوئی طاقت سے اور اللہ کا اپنے رسول ﷺ کے ساتھ یہی تعلق ہے۔ وہ دینے والا، یہ دلانے والے۔

اور سنئے:

قُلِ الاَنفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُولِ (الانفال۔۱)

ترجمہ:۔ تم فرماؤ غنیمتوں کا مالک اللہ اور اس کا رسول ہیں۔

بظاہر الفاظ میں دو مالکوں کا ذکر ہے مگر یہ دونوں برابر نہیں کیوں اس لئے نہیں کہ عبارت کا یہ تقاضا ہے اصل یہ ہے ایمان ان دونوں مالکوں کے برابر ہونے کی نفی کرتا ہے اللہ خود مالک ہے اور اس کا رسول اس کے مالک بنانے سے۔ ہاں ماننے والا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ملکیت کا منکر نہیں۔ مگر طرز ملکیت میں جو فرق ہے وہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔ اگر اللہ اپنے رسول کو مالک نہ بناتا تو رسول مالک نہ ہوتا مگر اللہ نے مالک بنایا تو تم بھی رسول کو مالک مانو۔ ہاں الفاظ ایک اور طرف بھی توجہ دلاتے ہیں، مالک بنایا ہے اس لئے وہ رسول ہیں مالک نہ بناتا ہوتا تو رسول بھی نہ بنائے

جاتے۔ جو رسول ہوتا ہے، وہ اپنی شان کے اعتبار سے۔ مالک بھی ہوتا ہے۔ مگر کیسا مالک، اللہ مالک حقیقی کا بنایا ہوا مالک۔ ہاں رسول کو مالک مانو گے تو مومن ہو گے اور مومن ہو تو وہابی کی زبان سے یوں نہ کہو۔

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک نہیں۔ (تقویت الایمان)

مختصر یہ کہ اس قسم کی ان گنت آیات ہیں جب تک یہ عقیدہ پختہ نہ ہو کہ اللہ کا رسول، اللہ کا نائب، مظہر نمائندہ اور ماذون ہوتا ہے، قرآن کی سمجھ نہیں آئے گی اور کائنات کی سب سے بڑی توحید سکھانے والی کتاب میں الجھ کے رہ جاؤ گے۔ اور ان آیات پر بھی ایمان ہو تو اللہ کے رسول کو وسیلہ بنانا اصل ایمان اور دوسرے مقربان بارگاہ کو وسیلہ بنانا اصل فیضان نظر آئے گا۔ وسیلے کا قائل خداوندی کا مستحق اور وسیلے کا منکر رحمت خداوندی سے محروم دکھائی دے گا، آنکھیں کھلیں تو اس میں کوئی شائبہ نہیں رہتا کہ محبوبان خدا کا لینا دینا اللہ کی نیابت میں ہے اور تحت قدرت۔ ان کا انکار درست ہے اور نہ ان سے توسل کا۔ بعض لوگ بڑے منہ پھٹ ہوتے ہیں فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم کسی وسیلہ کو نہیں مانتے ہمارا وسیلہ تو اللہ ہے اللہ کو وسیلہ کہنا اس کی توہین ہے معاذ اللہ اس کا مطلب یہ ہے اللہ سے بھی کوئی اور اس کی نظر میں بڑا ہے جس کی بارگاہ میں اللہ کو بطور وسیلہ پیش کرتا ہے اور سوچو اس سے بڑا شرک کیا ہو گا۔ اس سلسلے میں تبرک کے لئے مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے اقتباس تحریر پر اس قسط کو ختم کیا جاتا ہے

حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا۔ دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے۔ پھر فرمایا

وَیحکَ اِنَّہُ لَا یُستَشفَعُ بِاللہِ عَلیٰ اَحَدٍ ،شَانُ اللہِ اَعظَمُ مِن ذٰلِکَ

ترجمہ:۔ ارے نادان اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں، اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (واہ ابوداود عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اہل اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ استعانت کے یہ معنی اعتقاد کر کے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے۔ نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف نہ ایمان کا پاس۔ خواہی نخواہی اس استعانت کو بھی ایاک نستعین میں داخل کر کے جو اللہ عزوجل میں محال قطعی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کئے دیتے ہیں۔ ایک بیوقوف نے کہا تھا

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے   جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے کہا

توسل کر نہیں سکتے خدا سے   اسے ہم مانگتے ہیں اولیا سے

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے توسل کر کے اسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنائیے اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔

اُف یہ جہاد

تیرا فتنہ فساد ہے
یہ جہاد کیسا جہاد ہے

تو نبی، ولی کا عدو ہوا
تو خدا سے بھی دوبدو ہوا
کذب، تیرے زیب گلو ہوا
تیرے دل میں دیں کا عناد ہے
یہ جہاد کیسا جہاد ہے

تو شہادتوں کا تماش بین
تیرے دم سے بیزار سرزمین
تو ہے بے وفا تو ہے بے یقین
تجھے کافری کا سوادا ہے
یہ جہاد کیسا جہاد ہے

تیری شکر ساز، زبان ہے
تیری الٹی طرز بیان ہے
تیری فکر بھی بدگمان ہے
تیری سوچ بھی خانہ زاد ہے
یہ جہاد کیسا جہاد ہے

حضور نقش لاثانی کے تصرفات

علامہ محمد صدیق ضیاء

اس مضمون میں ہم اپنے ممدوح کریم مرجع خلائق امام المتاخرین، حجتہ الکاملین، سراج السالکین زبدۃ العارفین، دستگیر بے کساں ہادیٔ گم کشتگاں، قیوم زمانی، محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے چند تصرفات وکرامات، قدرے اختصار کے ساتھ، بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ہمارا بڑا ماخذ "سیرت حضور نقش لاثانی" ہے جو آپ کے برکات وکرامت پر مشتمل ہے اور وقت کے اہل علم وتصوف سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے یہ تصرفات محبوبان خدا کے منکرین تو بغض وتعصب اور شقاوت قلبی کے باعث خاص حبیب خدا، امام الانبیاء، سرور دوسرا جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کے تصرفات وکمالات (معجزات) کا بھی انکار کر دیتے ہیں آپ آیئے اور انہی کی آل اطہر کے فرد فرید، مرد وحید ولی کامل واکمل حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے تصرفات ملاحظہ کیجئے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

لاعلاج شفایاب:

(۱) حضرت پیر سید غلام شبیر خلیفہ مجاز حضور نقش لاثانی روایت کرتے ہیں "برادر گرامی حافظ سید منظور احمد شاہ صاحب ایک دفعہ بیمار پڑ گئے کوشش بسیار کے باوجود ڈاکٹروں حکیموں نے لاعلاج قرار دے دیا۔ دربار شریف کے قصد سے ہم گاڑی پر سوار ہو گئے حسن اتفاق سے اسی گاڑی سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ چورہ شریف سے تشریف لا رہے تھے پسرور ریلوے اسٹیشن پر زیارت ہوئی تو ماجرا عرض کیا حضور نے ایک کیلا کھانے کو عطا فرمایا۔ پہلے یہ صورت حال تھی کہ جونہی کوئی چیز کھائی دورہ پڑا اور بے ہوش ہو گئے۔ مگر اس کیلے سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ دربار شریف پہنچے تو حضور نے اپنے دست مبارک سے لنگر کھلایا اور باذن خداوند ہمیشہ کیلئے شفا بخش دی" (سیرت حضور نقش لاثانی برکات وکرامات ص ۲۲)۔

(۲) ملک عبدالمجید صاحب چوباروی کا بیٹا عبدالجبار پانچ برس کا تھا کہ کھانسی میں مبتلا ہو گیا۔ سیالکوٹ کے مشہور معالج ماہر امراض بچگان ڈاکٹر فیض اللہ خان صاحب شیروانی سے رجوع کیا گیا وہ ایکسرے اور ضروری ٹیسٹوں کے اہتمام کے بعد علاج کرتے رہے حتیٰ کہ اپنی طرف سے ایک نسخہ دے کر کہا میرے پاس اس سے بہتر کوئی علاج نہیں پھر بھی فائدہ نہ ہوا۔ ملٹری ہسپتال والوں نے بھی وہ نسخہ ملاحظہ کرنے کے بعد وہی کہا کہ اس سے بہتر کوئی علاج نہیں آپ بچے کو خدا کے سپرد کریں۔ اس پریشانی میں ایک دن انہوں نے دربار شریف حاضر ہو کر حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے سارا قصہ درد عرض کیا کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا "لڑکا کہاں ہے" پیش کیا گیا تو حضور نے اس کے بدن پر دست رحمت پھیرا جس کی برکت سے بیماری اسی وقت جاتی رہی اور پھر خدا کے فضل سے آج تک کھانسی بھی نہیں ہوئی۔ (سیرت حضور نقش لاثانی ص ۲۲۱)۔

(۳) چودھری عظمت علی تتلا صدر بزم لاثانی ضلع بہاولنگر کی روایت کے مطابق ان کے جد امجد حاجی حکم دین رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے جہلم پر حضور نقش لاثانی تشریف لائے صبح قبرستان میں دعا کرنے کے بعد ڈیرے پر قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں باقی مویشیوں کے ساتھ ایک بیمار بیل بھی بندھا ہوا تھا جو پاؤں میں ورم کے باعث

ایک سال سے لنگڑا تا تھا تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ ہم پانی بھی اسے کھرلی پر پلاتے تھے آپ نے تشریف لاتے ہی اس کی پشت پر ہاتھ رکھا ہم نے حال عرض کیا تو فرمایا "اللہ کرم کرے گا" بعدازاں آپ تو گاؤں کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے مویشیوں کو پانی پلانے کیلئے کھولا گیا تو اس نے بھی ساتھ جانے کی کوشش کی جب کھولا گیا تو بغیر لنگڑائے دوسرے جانوروں کے ساتھ گیا اور آیا۔ دیکھنے والے حیران تھے سال بھر کا مرض جو کسی صورت ٹھیک ہونے میں نہیں آتا تھا رب کے بندے نے ایک نگاہ میں اسے ٹھیک کر دیا (ایضاً ص ۱۳۴)

مردہ زندہ ہو گیا:

فضل کریم صاحب ساکن ساہو چک نزد بڈیانہ کی روایت کے مطابق ان کی ایک بھانجی، محلہ گنج نارووال میں رہنے والی کا ایک شیر خوار بچہ بیمار ہو گیا بہت علاج کیے مگر مرض بڑھتا گیا آخر حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ کے دربار میں حاضری کے قصد سے اپنے شوہر کے ہمراہ بچے کو لا رہی تھی کہ بس سے اترتے ہی بچہ دم توڑ گیا۔ بظاہر تو واپس ہو جانا چاہیے تھا مگر قدرت خداوند سے قدم دربار ہی کی طرف اٹھتے رہے حضور نقش لاثانی قدس سرہ تین کنوں والی جگہ پر جواب بھر چکے ہیں، جلوہ گر تھے میری بھانجی نے اپنے مردہ بچے کو وہیں حضور کے قدموں میں ڈال کر رونا شروع کر دیا حضور نے نہایت شفقت سے فرمایا اس کے منہ میں چلو بھر پانی ڈالو حکم کی تعمیل ہوئی مگر پانی باچھوں سے نکل گیا پھر حضور نے خود چلو بھر کر اس کے منہ میں ڈالا تو پانی اندر چلا گیا اور بچے نے لمبی سانس لی اور وہ بچہ زندہ ہو گیا (سبحان اللہ)۔ (ایضاً ص ۲۱۶)

حجابات ختم اور سب کچھ نگاھوں میں:

(۱) حافظ فتح علی آف جلو موڑ بیان کرتے ہیں "ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے فرمایا حافظ صاحب! ادھر آؤ تو میں حضور کے پیچھے پیچھے چل پڑا آپ مجھ سے والی تاریک کوٹھڑی میں داخل ہو گئے وہاں اندھیرے میں ایک آدمی تیز دھار آلہ لئے بیٹھا تھا حضور اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے آئے آلہ میرے سپرد کیا اور اس سے فرمایا لوگ باہر تقریریں سن رہے ہیں اور تم اندھیرے میں بیٹھے ہو۔ دیکھو! یہاں ایسے ارادہ سے نہیں آنا چاہیے (ایضاً ص ۲۳۶)

۲) نمبردار غلام محمد صاحب بیان کرتے ہیں "ایک بار حضور فیصل آباد تشریف رکھتے تھے ایک دوست کے ہمراہ میں بھی حاضر ہوا۔ اگلے دن واپسی کی اجازت مانگی تو حضور کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے۔ فرمایا جاؤ مگر چلتی بس میں سوار نہ ہونا یعنی اڈے میں جو بس کھڑی ہو گی اس پر بیٹھنا۔ ہم جب اڈے پر پہنچے تو ایک بس روانہ ہو چکی تھی ہمیں دیکھ کر ڈرائیور نے روکی ہم سوار ہوئے لیکن سرکار والا فرمان یاد آ گیا اور ہم اس بس سے اتر گئے اور بعد میں چلنے والی بس جو ابھی اڈہ میں کھڑی تھی میں بیٹھ گئے راستے میں جا کر دیکھا تو پہلی بس حادثے کا بری طرح شکار ہو چکی تھی اور بہت سا جانی نقصان ہو چکا تھا خود ہم نے بہت سی لاشوں کو سڑک کے دونوں کناروں پر بکھرا ہوا دیکھا۔ (ایضاً ص ۲۴۸)

۳) جناب چوہدری اعجاز حسین ان وا پر ملازمت آف پا ن (حال لاہور) سے آپ

" کا وا ہے کہ بندہ نا نے اپنے گاؤں مو اجان چک نزد علی ر حرانوالہ سے دربار شریف میں حضور قبلہ عالم کی خد اقدس میں حاضری کے ارادے سے ے د ا کر میں رسی پر ڈالے۔ چادر کا ایک کونا جو کہ تھی، کو رہا تھا۔ میں نے دیکھا تو سوچا کہ جگہ ناپاک ہو ہے۔ چو چادر دربار شریف میں م کے دوران ا ل کرنی تھی اس لئے وا ہ سے عرض کی کہ چادر کو دوبارہ د کہ اس کا کونا کو رہا ہے ا ل نے چادر دوبارہ د کر طر سے رسی پر ڈال دی۔ اگلے روز دربار شریف حاضر ہوا تو تقر کا و تھا۔ حضور کی

قدم بوسی ہوئی آپ غسل کیلئے کمرہ سے متصل غسل خانہ میں تشریف لے گئے اور بندہ کو نلکا چلانے کا حکم فرمایا۔ غسل کے بعد آپ نے مجھے اپنی چادر مبارک جو کہ قریب ہی تھی پکڑوانے کیلئے ارشاد فرمایا۔ میں نے چادر مبارک اٹھائی جو کہ دونوں ہاتھوں سے پھسل کر زمین پر گر پڑی۔ میں نے چادر فوراً اٹھائی اور جھاڑی اور گھبراہٹ میں منہ سے غیر ارادی طور پر نکلا کہ بچ گئی ہے۔ کچھ نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ حضور نے تبسم سے فرمایا کہ "اپنی چادر کا ایک کونا زمین کو لگ جائے تو ساری چادر دوبارہ دھلوا لیتا ہے اور میری ساری چادر زمین پر گرا کر کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوا" بندہ نے دوسری چادر لانی چاہی لیکن آپ نے وہی پہن لی کیونکہ جگہ خشک اور صاف تھی (یہ واقعہ دیگر کئی واقعات کی طرح عدم رابطہ کی بنا پر سیرت حضور نقش لاثانی" کی زینت نہیں بن سکا۔ ضیاء)

کشف حالات اور دلی وسوسوں پر نظر:

۱) حضرت مولانا علامہ محمد اکرم مہتمم جامعہ لاثانیہ حسینیہ گوجرانوالہ فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے مجھے تعویذ لکھنے کا حکم دیا۔ اس وقت چند دوسرے احباب بھی اسم ذات کے تعویذ لکھ رہے تھے میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ان تعویزوں کا آخر فائدہ ہی کیا ہے، وقت اور محنت کا صرف ہی تو ہے اچانک حضور میرے پیچھے آ کھڑے ہوئے اور فرمایا "ہم اس لئے تعویذ لکھواتے ہیں کہ دل میں اسم ذات کا تصور پختہ ہو جائے (ایضاً ص ۲۳۴)

۲) الحاج غلام سرور سجاد صاحب (بہاولنگر) کی روایت ہے۔

میرے بڑے بھائی جان محمد نصیر رضا صاحب دربار شریف کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں سویاں کھانے کا خیال آیا رات کو لنگر تقسیم ہونے لگا تو بھائی جان کو سب سے الگ کر دیا گیا اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے فرمایا چودھری کے بیٹے کیلئے سویاں لا کر دو"۔ (ایضاً ص ۲۳۵)

۳) استاذی المکرم حضرت قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی فرماتے ہیں "۱۹۵۶ یا ۱۹۵۷ کا ذکر ہے جب یہ سگ بارگاہ (آسی) ایف اے کا طالب علم تھا دسمبر کی چھٹیاں ہوئیں تو دربار شریف سلام عرض کر کے گھر (واقع پھگواڑی تحصیل شکر گڑھ) جانے کا پروگرام بنا۔ ایک ہم جماعت جو مسلکاً دیوبندی تھا ساتھ ہو لیا میں نے دست بوسی کے بعد قدم بوسی بھی کی۔ حضور نے نہ روکا وہ دست بوسی کے بعد قدم بوسی کیلئے جھکنے لگا تو حضور نے روک دیا (اور اسے اس شرف سے محروم رکھا) اگلے دن ہم ٹرین سے شکر گڑھ جا رہے تھے تو اچانک بولا" آخر قدم بوسی کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا یہ تو بعد کی بات ہے تاہم، اس سوال سے ایک الجھن ختم ہو گئی میں رات ہی سے سوچ رہا تھا آخر انہیں قدم بوسی کی اجازت کیوں نہیں ملی۔ اب معلوم ہوا کہ چونکہ آپ اسے ناجائز سمجھتے تھے اور حضور آپ کے دل کی کیفیت سے آگاہ تھے لہٰذا اس سعادت سے بے بہرہ کر دیا۔ کم از کم یہ تو ظاہر ہو گیا کہ اللہ والے دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں جیسا کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے۔ رہ گئی قدم بوسی کی دلیل تو کئی احادیث و روایات اس پر شاہد ہیں۔ (ایضاً ۲۴۳)

۴) چودھری اعجاز حسین خان وائس پریذیڈنٹ نیشنل بنک آف پاکستان کا ایک اور واقعہ انہی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ وہ فرماتے ہیں۔

"یہ غالباً ۷۵-۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے ایک ماہنامہ "سلسبیل" فیصل آباد سے حضور قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں تحفتاً آتا تھا۔ ناچیز حضور کی خدمت اقدس میں دربار شریف حاضر تھا۔ میاں شیر محمد صاحب مرحوم کے کمرہ میں موجود یہ رسالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں میاں محمد رحمتہ اللہ علیہ کھڑی شریف سے منسوب ایک واقعہ تحریر تھا۔

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اوائل عمری میں حضرت خواجہ خان عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں باؤلی شریف حاضر ہوا۔ رات کو مسجد میں قیام کیا خواجہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور لنگر کا سامان لانے کیلئے خواجہ صاحب سے ہدایت لیں۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے اپنی چادر کا ایک سرا جھاڑا جس میں سے رقم برآمد ہوئی جو لانگری حضرات نے اٹھائی اور شہر کی طرف روانہ ہو گئے میاں صاحب علیہ رحمتہ فرماتے ہیں دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا جو کہ میرے لئے بڑی

حیران کن بات تھی لیکن جب مجھے شعور حاصل ہوا تو پتہ چلا کہ اللہ کے ولی کیلئے یہ معمولی بات ہے

سلسبیل میں یہ واقعہ پڑھنے کے بعد بندہ گنہگار کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میرے حضرت صاحب حضور نقش لاثانی قدس سرہ معلوم نہیں ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں اس ناقص خیال کے بعد میں کمرہ سے نکل کر روضہ اطہر شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف چلا تو حضور قبلہ عالم اس طرف تشریف لا رہے تھے میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے رک کر اپنے پاپوش مبارک سے دایاں پاؤں نکالا اور اس میں سے نوٹ برآمد ہوا۔ آپ نے فرمایا اعجاز یہ اٹھالو اور خود تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ اور میں کھڑا دم بخود رہ گیا اس طرح حضور نے میری ناقص خیالی کا ازالہ فرما دیا۔ (یہ واقعہ بھی عدم رابطہ کی بنا پر سیرت حضور نقش لاثانی میں شامل نہ ہو سکا۔ ضیاء)

دلوں پر قبضہ:

(۱) صوفی محمد صدیق مرحوم (ظفر والی ثم سندھی) فرمایا کرتے تھے۔ ہم ظفروال سے ضلع سانگھڑ میں جا آباد ہوئے اور وہیں اکثر اولاد جوان ہوئی مجھے بڑے بیٹے کیلئے رشتہ درکار تھا اور بڑے بھائی کے ہاں رشتہ موجود تھا۔ مگر وہ بڑا بھی تھا اور بہت زیادہ مالدار بھی لہذا پوچھنے کی جرات نہ ہوئی۔ اب اسی تلاش میں میں نے اپنے ان رشتہ داروں کا رخ کیا جو نارووال اور شکر گڑھ وغیرہ میں رہتے تھے مگر برکت کیلئے پہلے دربار اقدس میں حاضری ضروری تھی۔ یہاں چند روز خدمت اقدس میں رہا۔ ایک دن حضور غسل فرمانے لگے (اور مجھے تکا پھیرنا تھا) دفعتاً ارشاد عالی ہوا نہائیں گے بعد میں پہلے ایک بات کر لیں۔ بتاؤ تمہاری شادی کس عمر میں ہوئی تھی میں نے عرض کیا پچیس سال کی عمر میں۔ فرمایا "تمہارے بیٹے کی عمر کتنی ہے عرض کیا ستائیس سال۔ فرمایا کہ تمہیں خیال نہیں آتا کہ تمہارے باپ نے تمہاری شادی پچیس سال کی عمر میں کر دی اور تم نے اپنے بیٹے کی ستائیس سال تک بھی نہیں کی۔ عرض کیا، میں تو بے بس ہوں، میری کون سنتا ہے اور مجھے کون رشتہ دیتا ہے کہتے ہیں اللہ نے اپنے ولیوں کو بے پناہ اختیار دے رکھے ہیں یہ کام تو حضور کے کرنے کا تھا۔ فرمایا جا تجھے میں نے تیرے بڑے بھائی (کی بیٹی) کا رشتہ خدا کیلئے دیا۔ میں نے شکریہ ادا کیا تو فرمایا تم نہ پوچھنا، وہ خود پوچھے گا ورنہ تمہیں خرچ بھی کرنا پڑے گا۔ جب وہ پوچھے تو کہنا بھائی جان! لڑکی بھی آپ کی اور لڑکا بھی آپ کا۔ میرا اس میں کیا دخل تو وہ سب خرچ خود کرے گا چنانچہ واپس گھر آتے ہی حرف بحرف وہی ہوا جو حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔ (سیرت حضور نقش لاثانی ص ۶۸۱)

دل پھیر دینے:

۱) جناب بشیر احمد صاحب (کوئٹہ) بیان کرتے ہیں۔

"میں نے مکان کیلئے زمین خریدی اور دیوار بنانے کا ارادہ کیا تو پڑوسی پٹھان حائل ہو گیا۔ میں نے دربار شریف خط لکھ کر صورت حال عرض کر دی جواب آیا جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود آکر بنانے کی اجازت دے دے گا اور عجیب بات یہ ہوئی کہ خط پہنچنے سے ایک روز قبل ہی اس پٹھان نے وہی کچھ کر دیا جس کی دربار عالیہ کی تحریر میں پیشگوئی کر دی گئی تھی گویا سینکڑوں میل دور سے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے رب کی دی ہوئی طاقت سے اس کا دل پھیر دیا۔ (ایضاً ص ۶۸۰)

۲) حضرت استاذی المکرم میرے مربی و محسن حضرت قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی ناظم اعلی بزم لاثانی پاکستان کی آپ بیتی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں

1962-63ء میں شکر گڑھ میں زیادہ مذہبی انتشار تھا۔ اہلسنت کا خادم ہونے کی حیثیت سے میری ہمدردیاں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ لوگ طرح طرح کی افواہیں اڑاتے اور والدہ ماجدہ سخت پریشان رہتیں۔ وہ مجھے خطرات میں محصور سمجھتی تھیں میں نے اپنے آقا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں اس صورت حال کی فریاد کی۔ یعنی ایک طرف حضور پر نور شافع یوم النشور کی عظمت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف والدہ ماجدہ

کی پریشانی خاطر ہے اس نازک موڑ پر تو والدہ کو خوش ہونا چاہیے انہیں دعا کو دینا چاہیے۔ مگر وہ ناراض دکھائی دیتی ہیں اس وقت میری آنکھوں سے چھم چھم آنسوں برس رہے تھے بس پھر کیا تھا رحمت بندہ پرور جوش میں آ گئی اور خداوند قدیر کی بخشی ہوئی طاقت سے دل پھیر کے رکھ دیا۔ فرمایا تو صرف اتنا۔ کہ ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی خدمت کرتے رہنا چاہیے دوسروں کو اللہ خوش کر دے گا اس کے بعد یوں ہوا جیسے والدہ صاحبہ کی سوچ میں انقلاب آ گیا اب انہیں قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور میرے بارے میں وہ کبھی نہیں گھبرائیں۔ بلکہ خود حوصلہ بندھاتیں، حقیقت یہ ہے کہ والدہ ماجدہ نے مجھے عمر بھر جو اچھی دعائیں دی ہیں یہ صدقہ تھا حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی توجہ کا۔ (ایضاً ص ۲۸۶)۔

(۳) چودھری محمد صادق آف علی پور گوجراں (تحصیل شکر گڑھ) اپنا قصہ سناتے ہیں

ایک دفعہ میری بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی ہم نے بھی طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ سے میری شکایت کی گئی تو آپ نے مجھے الگ کر کے فرمایا صادق ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا حضور وہ تو میرے خون کے پیاسے ہیں ان کا پکا ارادہ ہے کہ جب وہاں جاؤں وہ قتل کریں گے حضور نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا وہ ناراض ہو کر جائے تو وہاں مت جاؤ ہاں البتہ راضی ہو تو جانے میں حرج نہیں۔ طلاق ہرگز نہ دینا، تمہاری بیوی خود بخود آ جائے گی۔ کچھ دن بعد ہم گاؤں کے جوان مل کر کوٹ نیناں گئے تو ان کے آدمی بھی ہمارے پیچھے پیچھے رہے مگر کسی نے حملہ نہ کیا شام کو گھر جا کر سب ڈینگیں مارنے لگے۔ میرے پاس فلاں فلاں ہتھیار تھے اچھا آج قابو نہیں آئے۔ میلہ منڈی مویشیاں میں قابو کریں گے میری بیوی ان کی باتیں سن رہی تھی کہنے لگی وہ تو بیگانہ بیٹا تھا میں خود صبح جا رہی ہوں دیکھوں گی کون مارتا ہے چنانچہ اگلے روز وہ خود بخود میرے ہاں آ گئی۔ (ایضاً ص ۲۸۴)

زمین سمٹ گئی:

ماسٹر مبارک علی شکر گڑھی بیان کرتے ہیں۔

''۱۹۶۲ء میں پھگواڑی میں نواب صاحب فقیر محمد کے زیر اہتمام عرس ہو رہا تھا میں عصر کے وقت حاضر ہوا۔ اسلام کے بعد عرض کیا'' حضور سنا ہے اولیاء اللہ زمین کی طنابیں کھینچ لیتے ہیں آپ نے سب کو اٹھا دیا اور فرمایا جاؤ مولوی صاحب کی تقریر سنو۔ وقت پر سلام ہوا اور پھر لنگر تقسیم ہوا۔ سورج غروب ہونے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ وقفہ نہیں تھا حضور نے فرمایا میں پرائیاں چک جا رہا ہوں جسے ساتھ جانا ہے نکل چلے۔ یہ دس میل کا سفر سوار یا پیدل سب نے پندرہ بیس منٹ میں طے کر لیا۔ چنانچہ مغرب اپنے وقت پر منزل مقصود پر پڑھی اور پھر حضور نے مجھے بلا کر کہا مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے

جنات پر حکومت:

جناب نذیر احمد صاحب (آف نئی آبادی بھروکے) درج ذیل واقعہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں

۱۹۴۳ء میں حضور ریاست جموں کشمیر کے دورے کے دوران تحصیل راجوری سے گزر رہے تھے کہ ایک برادر طریقت کے اصرار پر آپ موضع مہاسی میں کچھ ٹھہرنے پر آمادہ ہو گئے تو ایک عقیدت مند اللہ دیا۔ نے عرض کی حضور ہمارے ہاں کافی عرصہ سے ایک جن مقیم ہے جو صحن میں ایک درخت پر رہتا ہے اور بہت تنگ کرتا ہے حضور نقش لاثانی قدس سرہ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنا عصا زمین میں گاڑ کر (جن سے) فرمانے لگے بھلے لوگ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ انسانوں کی بستی ہے۔ جن اسی وقت بھاگ گیا اور گھر میں مکمل سکون ہو گیا۔ (ایضاً ص ۳۰۰)

۲) بھائی فضل کریم (آف ساہو کے نزد بڈیانہ) بیان کرتے ہیں

میری بیوی کو کئی جنات کا سایہ تھا کبھی کبھی تو کتنے ہی آدمیوں کے برابر کھانا کھا جاتی اور کبھی کئی کئی روز بھوکی رہتی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو دعا کیلئے دربار شریف میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور میری بیوی سے جلالی انداز میں مخاطب ہوئے اور اسے

واپس بھیج دیا۔ وہ کہتی تھی کہ حضور مجھے ماردیں گے ڈر کے مارے ٹھہر نہ سکی اگلے دن صبح میں نے اجازت طلب کی تو حضور نے مجھے روک لیا اور ایندھن کی لکڑیاں جو صحن میں بکھری پڑی تھیں مجھے انہیں اکٹھا کر کے دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیا بعض دوستوں نے میری امداد کرنی چاہی تو انہیں بھی روک دیا۔ دوپہر کے کھانے کا اعلان ہوا تو بھی مجھے یہاں سے کام چھوڑ کر جانے کی اجازت نہ ملی جب دو تین ٹوکریاں رہ گئیں تو حضور نے فرمایا "شاباش جوانا! اے وی مکا چھڑ اچھے بن ربن کوئی نہیں دینا، اور جب اچھی طرح صفائی ہوگئی تو غسل وطعام کیلئے بھیجا۔ عصر کے وقت خود بلا کر واپس روانہ کر دیا۔

گھر پہنچا تو اہلیہ نے بتایا کہ حضور کی برکت سے کل سے ہی ٹھیک ہوگئی ہوں وہ کبھی نظر تو آتے تھے مگر قریب آنے کی جرات نہیں کرتے تھے پھر آج دوپہر کو سوئی، عجیب منظر تھا، وہ سب جنات ایک ٹیلے پر اکٹھے بیٹھے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ کیا کیا جائے پر صاحب تو پیش نہیں جانے دیتے، حضور بھی کچھ فاصلے پر جلوہ افروز ہیں اور آپ (یعنی فضل کریم) کو حکم دیتے ہیں کہ ایک ایک کر کے ان جنات کو سمندر میں پھینکتے جاؤ (جس کا ساحل ٹیلے سے چند گز کے فاصلے پر ہے) آپ ایک ایک کو بازوؤں میں اٹھاتے ہیں اور سمندر میں پھینکتے جاتے ہیں جب ایک دورہ جاتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں" شاباش جوانا! اے وی مکا چھڑ اچھے بن ربن کوئی نہیں دینا" چنانچہ ان کا مکمل صفایا ہو جاتا ہے اور پوری طرح سے ان کے خطرے سے محفوظ ہو جاتی ہوں۔ (ایضاً ص ۲۹۷)۔

(۳) جناب حضرت پروفیسر محمد حسین آسی دامت برکاتہم عالیہ بیان فرماتے ہیں۔ حضور نقش لاثانی کے وصال کے بعد ایک دن آپ کے سجادہ نشین حضرت پیر سید عابد حسین شاہ نقشہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی نے بر سبیل تذکرہ فرمایا، ایک جن بھی حضور کی فاتحہ و تعزیت کیلئے آیا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ آندھیاں آئیں گی، طوفان اٹھیں گے اور اس کے بعد سکون ہو جائے گا۔ چند روز بعد حضرت عازم گوجرہ ہوئے تو فیصل آباد سے نکلتے ہوئے فرمانے لگے کیا اس جن سے ملاقات کا شوق ہے؟ میں نے اور صوفی محمد علی نقشبندی مدظلہ دونوں نے اثبات میں جواب دیا حضور نے یہاں سے ایک حافظ صاحب کو ساتھ لیا اور آگے بڑھے شہر کے ہنگامے ختم ہوئے تو حافظ صاحب میں جن آ گیا جس نے بڑے آتشیں لہجے میں حضور سے سلام عرض کیا اور پوچھا کیا ارشاد ہے آپ نے فرمایا یہ دوست ملنا چاہتے تھے وہ کہنے لگا حضرت آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہم عمر بھر حاضر ہوتے رہے مگر انہوں نے کسی سے ہمارا ذکر نہیں کیا آپ نے اتنی جلدی ہمارا تعارف کرا دیا یہ تو بچپنے کا انداز ہوا۔ میں نے کہا جناب ہمارا ہی اصرار تھا اور ہمارے لئے ہی آپ کو تکلیف دی گئی ہے کہنے لگا اچھا پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے میں نے عرض کیا آپ حضور نقش لاثانی کے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کیسے؟ جواب دیا وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے ہر دور میں اولیاء اللہ کی لسٹ ہمیں دی جاتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون ولی ہے اور وہ کہاں ہے میں نے جنوں کی عمروں کے بارے میں سوال کیا تو بتایا عمریں انسانوں کے مقابلے میں بہت لمبی ہوتی ہیں ابھی کچھ عرصہ پہلے میرے ابا حضور چھ سو پنتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا میرے ابا حضور کے دادا جان حضور سرور کائنات ﷺ کے صحابی تھے فرقہ واریت کے بارے میں پوچھا تو بولا ہمارے ہاں ایسے ہی مختلف فرقے ہیں جیسے انسانوں میں سنی، شیعہ، دیوبندی، وہابی وغیرہ۔ (ایضاً ص ۲۹۸)

جانوروں کی اطاعت گزاری:

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ (آف شیر زہ دکا مونکی) بیان کرتے ہیں

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب دیہات عموماً پکی سڑکوں سے محروم تھے اور یہاں سفر بسوں کی بجائے گھوڑیوں کے ذریعے ہوتا تھا حضور نقش لاثانی ہمارے ہاں سے قریب ہی ایک گاؤں لنگل دونا سنگھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے اس عاجز کی دعوت بھی قبول فرمائی اور اگلے دن

گھوڑیوں کا بندوبست کر کے خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

مختلف احباب سے گھوڑیاں اکٹھی کرتے وقت میں نے اپنے گاؤں کے چوہدری جناب محمد حسین صاحب سے بھی گھوڑی مانگی۔ انہوں نے کہا آپ شوق سے گھوڑی لے جائیں مگر آپ جانتے ہیں سرکش ہے کسی کو بطور سوار برداشت نہیں کرتی حتی کہ خود ہم بھی اس کی سواری سے گھبراتے ہیں میں نے جواب دیا ہاں جانتا ہوں یقیناً یہ گھوڑی کسی کی سواری برداشت نہیں کرتی مگر انشاء اللہ حضور قبلہ عالم اسی پر سواری فرمائیں گے خیر یہ گھوڑی بھی مل گئی اور یوں دس گھوڑیاں لنگل روتا سنگھ پہنچادی گئیں حضور نقش لاثانی" نے اپنے ایک خلیفہ مجاز سے اسی گھوڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اسے میرے لئے رہنے دو اور باقی گھوڑیوں پر سوار ہو کر سب کے سب نکل چلو۔

تمام خلفاء ہمارے گاؤں شمیر پہنچ گئے مگر حضور نقش لاثانی قدس سرہ کو اپنے مریدین و متوسلین سے ملتے ملاتے دیر ہو گئی چوہدری محمد حسین کو خدشہ ہوا کہ کہیں گھوڑی نے شرارت نہ کر دی ہو۔ خیر بار بار اپنی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اتنے میں دور سے حضور بھی آ گئے سارا گاؤں استقبال کیلئے آیا لوگ سلام کر رہے ہیں کوئی دست بوسی کر رہا ہے تو کوئی قدم بوسی۔ گھوڑی ہے کہ دم بخود کھڑی ہے چوہدری محمد حسین کہنے لگے "ٹھیک ہے ہر چیز پر اللہ والوں کی تابع فرمان ہوتی ہے اس کے بعد گھوڑی کی سرکشی مطلقاً جاتی رہی۔ اور ہر چھوٹا بڑا اس پر سوار ہوتا رہا (ایضاً ۲۔۳)

شہر مدینہ کے خصائص وفضائل:

حضرت امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک فصل قائم کی ہے۔ اس میں سے چند نکات پیش خدمت ہیں

1- حضور ختم الرسل ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مہاجرین اور انصار صحابہ (جو کہ اس امت کے افضل ترین انسان ہیں) کے ساتھ مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک ایسا شرف ہے جو اس کے علاوہ دوسری کسی مسجد کو نصیب نہیں۔ مزید برآں یہ کہ مدینہ کا خطہ اس حصے پر بھی مشتمل ہے جو بالاتفاق سارے کرہ ارض سے افضل ہے یعنی وہ جگہ جس میں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں اس اجماع کے ناقلین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ہیں اور اس حقیقت کو بعض اہل علم نے اشعار میں یوں بیان کیا۔

جزم الجميع بان خير الارض ما

قد حاط ذات المصطفى وحواها

(تمام امت کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس نے آپ ﷺ کو مس کیا ہوا ہے اور جو آپ کا ٹھکانا ہے تمام روئے زمین سے افضل ہے)

ونعم لقد صدقوا بسا كنها علمت

كالنفس حين ذكت ذكى ماء واها

(اور یہ انہوں نے سچ کہا کیونکہ مکان صاحب مکان کی وجہ سے شرف پاتا ہے تو جب آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے تو وہ جگہ بھی افضل ہوگی)

2- حرم مدینہ میں شکار کرنا یا اس کے درخت کاٹنا حالت احرام اور عام حالت میں ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ حرم مکہ میں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان ابراهيم حرم مكة وانى حرمت المدينة ومابين لابتيها لايقطع عضاها ولا يصاد صيدها

بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینے کو حرم بناتا ہوں اور جو کچھ ان پہاڑیوں (مدینے پاک کے اردگرد کے پہاڑ) کے درمیان ہے نہ اس شہر کی لکڑی کو کاٹا جائے اور نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جائے۔ (مسلم)

3- مدینے پاک کی مٹی اور اس کے پتھروں کو حرم مدینہ سے باہر لے جانا حرام ہے کیونکہ مدینہ پاک میں مابین لابتیہا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور مٹی کو حرم سے نکالنا اس کے محل سے نکالنا ہے یوں وضع الشئی فی غیر محلۃ کے تحت یہ فعل حرام ہے۔

4- شہر مدینہ میں سکونت اختیار کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے درجات اور خصوصی کرامات کا حصول ہوتا ہے

5- حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا اجر و ثواب کے لحاظ سے دیگر ہزار نمازوں سے افضل ہے کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

صلوۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام

میری مسجد (نبوی) میں ایک نماز پڑھنا دیگر مساجد میں سوائے مسجد حرام کے ہزار نمازوں سے افضل ہے

اس حدیث کے تحت امام نووی رحمتہ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ فضیلت فرائض و نوافل میں مکہ کی طرح ہے۔ یہ قول شرح مسلم میں ہے اور شرح مہذب میں بھی۔ حق بات یہ ہے کہ گھر میں نفل پڑھنا مسجد میں نفل پڑھنے سے افضل ہے۔ باقی حرم مدینہ، اجر و ثواب کے اضافے کے لحاظ سے اس طرح نہیں جیسا کہ آپ کی مسجد ہے۔

6- جو کوئی آپ ﷺ کے بارگاہ میں حاضری کیلئے جاتا ہے اللہ تعالی اسے حج و عمرہ کا ثواب عطا فرماتا ہے امام ابن الجوزی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من خرج علی طھر لایرید الاالصلوۃ فی مسجدی حتی یصلی فیہ کان بمنزلۃ حجتہ

جو کوئی حالت طہارت میں اپنے گھر سے نکلا تا کہ میری مسجد میں نماز ادا کرے یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھ لی تو اس کے لئے وہی حج ہے۔

اسی طرح مسجد قباء میں ایک نماز عمرہ کے قائم مقام ہے حدیث صحیح میں ہے:

صلوۃ فی مسجد قبای کعمرۃ (مسجد قباء میں نماز ادا کرنا عمرے کی طرح ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد قباء میں سوار ہو کر اور پیدل جا کر نماز پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر ہفتے کے دن جاتے تھے اور یہ عمل مستحب ہے۔

7- مدینے پاک میں اس لئے رہنا کہ یہاں ہی موت آئے مستحب عمل ہے کیونکہ مہاجرین صحابہ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کی مدینے کے علاوہ کہیں اور جگہ موت آئے اور وہ ہمیشہ اللہ سے یہی دعا کرتے اے اللہ ہمیں اسی سرزمین پر موت عطا فرما۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک

(اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں فرما) امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے "اذکار" میں اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے

"باب استحباب دعاء الانسان ان یکون موتہ فی البلد الشریف"

(مدینہ شریف میں موت کی دعا کرنا ہر آدمی کے لئے مستحب ہے)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا

(جو کوئی مدینے میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ یہاں ہی مرے کیونکہ جو کوئی بھی اس شہر میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی)

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن صحیح اور غریب ہے۔ اس بارے میں سبیعہ اسلمیہ بنت الحارث سے بھی روایت ہے۔ اس بارے میں امام دارقطنی سے "علل کبیر" میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کی صحت پر تفصیلاً گفتگو کی۔

8-مدینے پاک کے مکینوں کو عمومی شفاعت کے علاوہ ایک خصوصی شفاعت واکرام سے نواز اگیا ہے کیونکہ مجم الطبرانی میں حضرت عبدالمالک بن عباد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا:

اول من اشفع له من امتی اهل المدینة ثم اهل المکة ثم اهل الطائف ....

میں اپنی امت میں سب سے پہلے اہل مدینہ پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا۔

حضرت امام بزار نے اپنی مسند میں اس تخریج واؤ کے ساتھ کی ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

اهل المدینة واهل المکة واهل الطائف

بے ادبی کا وبال

شیطان ﴿ابلیس﴾ نے لاکھوں سال اللہ تعالی کی عبادت کی ایک قول کے مطابق شیطان نے چھ لاکھ سال عبادت کی اور وہ صرف ایک بے ادبی کی وجہ سے چھ لاکھ سالہ عبادت ضائع کر بیٹھا اور وہ بے ادبی تھی خلیفۃ اللہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنا۔

فاعتبروا یااولی الابصار

اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں تنبیہ کی ہے:

ولا تجهر واله بالقول كجهر بعضكه لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون

خبردار کہیں میرے حبیب ﷺ کی آواز سے آواز اونچی کر کے ﴿بے ادبی﴾ نہ کر بیٹھنا ورنہ تمہاری ساری نیکیاں ملیامیٹ کردی جائیں گی۔

حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيمه.

(۲) دمشق میں ایک عالم فاضل محدث جو کہ حدیث پاک پڑھایا کرتا تھا اس کی خدمت میں ایک طالب علم حدیث پاک پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ استاد ہر وقت چہرہ کے سامنے پردہ رکھتا ہے کبھی اپنا چہرہ نہ دکھایا۔ جب کچھ عرصہ گذرا تو اس طالب علم کو تعجب ہوا کہ یہ استاد ﴿محدث﴾ ہر وقت چہرہ پر نقاب کیوں رکھتا ہے۔ زیارت کے لئے اصرار کیا تو محدث نے نقاب الٹ دیا۔ طالب علم نے دیکھا: فرای وجهه وجه حماد۔ اس استاد کا چہرہ گدھے جیسا ہے۔ سبب پوچھنے پر استاد نے بتایا کہ جب میں نے یہ حدیث پڑھی۔

امايخشى الذى يرفع راسه قبل الامام ان يحول الله داسه داس حماد

یعنی وہ شخص جو امام سے پہلے ﴿رکوع سے﴾ سر اٹھالے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالی اس کا چہرہ گدھے جیسا کردے۔ میں نے یہ حدیث پاک پڑھ کر کہا کب ایسا ہوتا ہے۔ میں کر کے دیکھتا ہوں اور جب میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو قصداً رکوع سے امام سے پہلے سر اٹھالیا اس دن سے میرا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا ہے ﴿اس لئے چھپائے رکھتا ہوں﴾۔ حواشی مشکوۃ

تنبیہ:

سید دو عالم حبیب مکرم ﷺ کی عظمت کے سامنے کسی امام کسی ولی غوث کسی استاد کسی محدث کی وقعت ہی کیا ہے جیسے کہ مذکورہ بالا محدث کا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا۔ اے میرے بھائی بے ادبی سے بچ اور ہمیشہ باادب رہ اللہ تعالی ہم سب کو بے ادبی سے بچائے۔ وهو على مايشاء قدير.

(۳) سیدنا ابوہریرہ صحابی رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وزغہ ﴿گرگٹ﴾ کو ایک چوٹ میں مارے اس کیلئے سو نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم ﴿مسلم شریف﴾ اور جب پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ گرگٹ کو یہ سزا کس وجہ سے ملی تو فرمایا: كان ينفخ على ابراهيم.

﴿بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف﴾

(عن ام شریک رضی اللہ تعالی عنہ)

یعنی جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے آگ جلائی تو یہ گرگٹ آگ بھڑکانے کے لئے پھونکیں مارتا تھا اس بے ادبی کی وجہ سے اس کو یہ سزا ملی کہ جو اسے ایک چوٹ میں مارے سو نیکی حاصل کرے۔

﴿درس عبرت﴾

قابل غور بات ہے کہ ایک غیر مکلف کو اتنی سی بے ادبی پر یہ سزا ملی کہ اس کی ساری نسل ہی اس وبال کی زد میں آ گئی تو جو مکلف (جن وانسان) بے ادبی کرے۔ اس کی کیا سزا ہوگی۔ ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ٥

اور پھر اسی کے ساتھ ملتا جلتا مندرجہ ذیل واقعہ ہے پڑھیں اور عبرت حاصل کریں

"(۴) خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ لیٹے ہوئے تھے کہ ایک منچلہ آیا۔ اس نے حضرت خواجہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاؤں مبارک پر رکھا اور آگے گذر گیا کسی خادم نے کہا ارے یہ تو نے کیا کیا وہ بولا کیا ہوا خادم نے فرمایا یہ حضرت خواجہ بسطامی ہیں اس نے کہا خواجہ بسطامی ہیں تو پھر کیا ہوا۔ ازاں بعد اس بے ادبی کرنیوالے کا آخری وقت آیا تو اس کا وہ پاؤں سیاہ ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے جس کسی کا آخری وقت آتا اس کا پاؤں سیاہ ہو جاتا۔ ﴿رونق المجالس﴾

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ٥

(۵) مولانا ابوبکر [illegible] میرے والد [illegible] مولانا عبدالجبار غزنوی نے امرتسر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا اس میں ایک [illegible] اس مدرسہ میں پڑھتا بھی تھا اور امرتسر کی ایک مسجد تیلیاں والی میں خطیب بھی تھا ایک دن اس نے دوران تعلیم [illegible] امام ابوحنیفہ سے [illegible] ابوحنیفہ [illegible] حدیثیں یاد تھیں اور مجھے اس سے زیادہ یاد ہیں اور جب مولانا عبدالجبار کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا اس [illegible] میرے مدرسے سے نکال دیا جائے [illegible] مرتد [illegible]۔

اس کو مدرسہ غزنویہ سے خارج کر دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ قادیانی ہو گیا پھر اس کو مسجد والوں نے بھی ذلیل کر کے نکال دیا پھر کسی نے مولانا عبدالجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا۔ یہ سن کر فرمایا جب میں نے اس عبدالعلی کی یہ بے ادبی والی بات سنی تو میرے سامنے بخاری شریف کی حدیث پاک آ گئی: من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب (او کما قال) یعنی جس کسی نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے اور میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالی کے ولی ہیں اس لئے ان کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے۔ ﴿کتاب سیدی وابی مصنفہ ابوبکر غزنوی﴾ (۶) سلطان الہند خواجہ خواجگان سیدی غریب نواز سید معین الدین چشتی قدس سرہٗ نے فرمایا ایک مرد تھا جس کے دل میں اللہ تعالی کے ولیوں کے متعلق بغض تھا جب کبھی کوئی اللہ کا ولی سامنے آتا تو وہ منہ پھیر کر گزر جاتا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے قبر میں اتارا اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا تو فوراً اس کا منہ قبلہ سے پھر گیا اور بارہا ایسا ہی ہوا لوگ بڑے حیران ہوئے پھر اچانک ہاتف سے آواز آئی اے بندو کیوں تکلیف اٹھاتے ہو اسے یوں ہی رہنے دو کیوں کہ یہ وہ بندہ ہے جو دنیا میں میرے ولیوں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے ولیوں سے منہ پھیر لے اس سے میری رحمت بھی منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔ ﴿دلیل العارفین﴾ تنبیہ: اسی لئے حضرت خواجہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص ولیوں کی شان

میں بے ادبی کرے۔ محشی علیہ سوانح تم۔ ڈر ہے کہ اس کا انجام برا ہو۔ (۷) سنجار میں ایک شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ جب وہ بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو وہ ہر قسم کی باتیں کرتا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا بار ہا لوگوں نے اسے کلمہ شہادت سنایا مگر وہ کسی طرح کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ لوگ پریشان ہو گئے اور پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے۔ آپ تشریف لا کر اس مرنے والے کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا اور جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو اس مرنے والے نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چونکہ یہ شخص اولیاء کرام کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا اس لئے اس کی زبان کو کلمہ شریف پڑھنے سے روک دیا گیا تھا اور جب میں نے مراقبہ کیا اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے دربار الٰہی میں اس کی طرف سے سفارش کی اور مجھے فرمایا گیا اے پیارے ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ جن میرے ولیوں کی شان میں یہ بے ادبی کیا کرتا تھا وہ بھی راضی ہو جائیں یہ ارشاد سن کر میں حضرۃ الشریفہ میں داخل ہوا اور جن اولیاء کرام کی شان میں یہ نکتہ چینی کرتا تھا مثلاً خواجہ معروف کرخی، خواجہ سری سقطی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم ان حضرات سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی تو ان حضرات نے میری سفارش کی وجہ سے اسے معاف کر دیا اور اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر اس شخص نے بتایا کہ جب میں کلمہ شریف پڑھنا چاہتا تھا ایک سیاہ چیز میری زبان کو پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی میں تیری بدزبانی ہوں۔ میں تجھے کلمہ نہیں پڑھنے دوں گی از اں بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اس نے آتے ہی بلا کو دفع کر دیا اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی رضا ہوں پھر اس شخص نے بتایا کہ اب میں زمین و آسمان کے درمیان نورانی گھوڑے دیکھ رہا ہوں جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور سب پڑھ رہے ہیں۔ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔ اور پھر وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ﴿قلائد الجواہر﴾ ﴿درس عبرت﴾ اے میرے مسلمان بھائیو۔ بے ادبی سے بچو ورنہ پچھتانے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ نیز غور کریں کہ اس مرنے والے کی قسمت اچھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ولی خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے اور اس کی قسمت اچھی ہو گئی ورنہ ہر بے ادب گستاخ کے لئے کون آئے گا جو اسے معافی لے دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ولا تکونوا من الغافلین. (۸) حدیث پاک میں ہے ایک شخص نے نماز پڑھائی اور اس نے قبلہ رو تھوک دیا حالانکہ رسول اکرم ﷺ دیکھ رہے تھے اور جب نماز ختم ہوئی تو والی دو جہاں ﷺ نے نمازیوں کو بلایا اور فرمایا آئندہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں پھر جب وہ دوسری نماز کے لیے آگے بڑھا تو نمازیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور اس کے استفسار پر نمازیوں نے بتایا کے ہم کو رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے شاہ کونین ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے منع کیا ہے اور فرمایا قد اذیت اللہ ورسولہ ﴿رواہ ابوداؤد مشکوۃ﴾ یعنی تو نے قبلہ رو تھوک کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔

﴿درس عبرت﴾ جو شخص جہت قبلہ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے تو نماز سے منع کیا جائے اور جو شخص کعبہ کے کعبہ حبیب خدا ﷺ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہونا چاہیے آج کل کا ہر زبان دراز کہہ دیتا ہے کہ ہر ایک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ سب قرآن ہی پڑھتے ہیں سوال یہ ہے کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تھا کیا وہ قرآن نہیں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین۔ ہاں ہاں وہ نماز میں قرآن ہی پڑھتا تھا۔ مگر اس کی معمولی سی بے ادبی کی وجہ سے شاہ کونین ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع کر دیا نیز یہ حدیث پاک حسن سے صحیح ہے قال الالبانی حدیث حسن۔ (سنن ابوداود جلد اصفحہ ۱۴۱) اور ترغیب و ترھیب میں ہے رواہ ابوداود وابن حبان فی صحیحہ اور اس کے حواشی میں ہے صحیح رواہ البزار

فی کشف الاستار۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۷۳) نیز اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس امام کو نماز پڑھانے سے اس لیے منع کیا اِی منہ قلة الادب یعنی بے ادبی کی وجہ سے منع فرمایا۔ نیز منع فرمایا کہ نہی کی جگہ نفی کی طرف اس لئے عدول فرمایا: لا یصلح للامامة۔ کہ ایسا شخص بے ادبی کی وجہ سے امامت کے لائق نہیں۔ (مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۲۲۵) نیز مراۃ المناجیح میں اسی حدیث پاک کی شرح میں فرمایا جب کہ کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں تو حضور ﷺ کا بے ادب اور آپ کی شان میں بکواس کرنے والا امامت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بلا تحقیق ہر فاسق بے ادب کو امام بنا لیتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح صفحہ ۴۰۹ جلد ۱)

مومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں ان کا باپ ابوسفیان جب کہ وہ بھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور جب وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملنے کے لیے ان کے گھر گئے وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھنے لگے تو ان کی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ بستر اٹھالیا باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے اچھا بستر بچھانے کے اس بچھے ہوئے کو بھی اٹھالیا ہے۔ باپ نے براہ تعجب پوچھا بیٹی یہ بتا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس بستر کے قابل نہیں کہ تو نے بستر اٹھالیا ہے بیٹی نے جواب دیا ابا یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کا بستر ہے اور تو مشرک ہے اس لئے میں تجھے کیسے اس بستر پر بٹھا سکتی ہوں۔ باپ کو یہ سن کر رنج ہوا مگر ام المومنین حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس رنج کی پرواہ نہ کی اور براہ ادب اس عظمت رسول ﷺ کا لحاظ کیا جو ان کے دل میں تھا۔ ﴿طبقات، بحوالہ حکایات صحابہ﴾ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وجزاھا اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزا (۱۳) سیدنا خالد بن ولید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ٹوپی میں رحمت کائنات سید العالمین ﷺ کے بال مبارک سلے ہوئے تھے۔ جنگ کے دوران جب کہ آپ سپہ سالار تھے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اسی دوران آپ کی وہ ٹوپی گر گئی۔ آپ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اس کو اٹھایا اتنے میں کافی جاں نثاران شہید ہو گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بعض حضرات نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ کے ایسا کرنے سے کتنے شہید ہو گئے ہیں یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارک کی خاطر کیا ہے جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے۔ ﴿شفا شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ نسیم الریاض﴾

سبق: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیں یہ سبق دے گئے ہیں کہ ادب کے راستے میں نہ باپ کی پرواہ کی جاتی ہے نہ جان کی پرواہ کی جاتی ہے نہ عزت و آبرو کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء (۱۴) حضرت ابو محذورہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک جوڑا تھا بیٹھے ہوئے اگر ان کو کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈا کیوں نہیں دیتے۔ یہ سن کر فرمایا یہ وہ بال ہیں جن کو رحمت کائنات ﷺ کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے اس لیے میں ان کو منڈانا گوارہ نہیں کرتا۔ ﴿شفا شریف/ سیرت رسول عربی ﷺ﴾

(۱۵) حضرت خداش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن رسول اکرم شفیع اعظم ﷺ کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا تو انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا اور جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خداش کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اور اس میں آب زمزم ڈال کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھڑک لیتے۔ ﴿اصابہ/ سیرت رسول عربی ﷺ﴾

(۱۶) حضرت سیدنا انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں سید الکونین ﷺ نے بارہا پانی پیا تھا وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بطور وراثت کسی کو ملا پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم دے کر خرید لیا۔ کیونکہ اس پیالہ کو حبیب خدا سیدنا انبیاء ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں۔ ﴿شرح شمائل بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ﴾

(۱۷) جب عربی شاعر حضرت کعب بن زہیر ایمان لائے اور قصیدہ بانت سعاد سید العالمین ﷺ کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا ان الرسول لنور" یستضاء بہ مهند من سیوف الله مسلول تو والی امت ﷺ نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرت کعب نے فرمایا میں یہ چادر مبارک کسی کو نہ دوں گا پھر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم دے کر خرید لی۔ ﴿شرح قصیدہ، بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ﴾

(۱۸) جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جان جہاں ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی وہ تلوار حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں رہی اور ان کے وارثوں سے بغا ترکی نے دو سو دینار دے کر خرید لی۔ ﴿زرقانی شرح مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ﴾

(۱۹) حضرت اسد بن زرارہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے خدمت میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرمایا

کرتے تھے وہ چار پائی تبر کا منتقل ہوتی آئی پھر وہ چار پائی عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم دے کر خرید لی۔ (زرقانی بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ)

(۲۰) غازی احمد بن فضلویہ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ سنا کہ رحمت دو عالم والی امت ﷺ نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اس دن سے غازی احمد بن فضلویہ رحمتہ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔ ☆☆ ☆مندرجہ بالا واقعات سارے کے سارے ادب کا کرشمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ بجاہ من اتخذہ اللہ حبیباً فی الدنیا والآخرۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔ (۲۱) سلطنت عثمانی یعنی ترکی کی حکومت نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو اسلامی ممالک سے کچھ خاندان منگائے گئے اور ان کے لئے قسطنطنیہ کے پہلو میں ایک شہر آباد کیا وہاں ان کو ٹھہرایا اور ترکی حکومت نے ان سب خاندانوں کا خرچہ اپنے ذمہ لے کر اور ان خاندانوں سے ایک ایک بچہ لے کر ان کو قرآن مجید حفظ کرایا ان کو تعمیر کے فنون سکھائے اور یوں پچیس سال تک عثمانی حکومت نے ان پانچ سو خاندانوں کا سارا خرچہ برداشت کیا جب پچیس سال کے بعد وہ نوجوان فن تعمیر کے ماہر عالم فاضل اور قرآن پاک کے حافظ بن گئے تو ان کو مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی خدمت میں لگا دیا اور پھر مدینہ منورہ سے باہر دور ایک سنگ تراشی کا کارخانہ لگایا گیا تا کہ سنگ تراشی کرتے وقت نبی اکرم جان جہاں ﷺ کو آہٹ سے تکلیف نہ ہو اور ان حفاظ نوجوانوں کو حکم جاری کیا کہ پتھر تیار کر کے مسجد شریف میں لے جاؤ وہاں دو دو پتھر جوڑ کر ستون بنایا جائے اگر دونوں پتھروں میں معمولی سا فرق ہو تو کپڑے کا موٹا سا بوبنا کر لکڑی کے ہتھوڑے کے ساتھ چوٹ اس انداز سے لگاؤ کہ آواز پیدا نہ ہو۔ اگر دو پتھروں میں زیادہ فرق ہو تو ان کو واپس کارخانہ میں لا کر درست کیا جائے رسول اکرم ﷺ کے روضہ مقدسہ کے قریب پتھروں کو گڑنے کی اجازت نہیں اور یہ سب احکام اس لئے دیئے گئے تھے تا کہ حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے۔ نیز ان معماران مسجد نبوی شریف کو حکم تھا کہ یہ سارے کام باوضو کیے جائیں اور کام کرتے وقت تلاوت قرآن مجید جاری رکھیں اور ان نوجوانوں نے پندرہ برس میں مسجد نبوی مکمل کر لی۔ نیز حکومت عثمانی نے وہ پتھر وہ شیشے جو مسجد نبوی شریف میں استعمال ہوئے عام پہاڑوں سے نہیں لیے۔ (۲۲) حضرت خواجہ ابوالحسن رحمۃ اللہ جب حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے واپس آتے تو تمام راستے میں خواجہ بسطامی قدس سرہ کی قبر مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۵۸)

ادب کرنے والوں کو انعامات

(۱) رونق المجالس میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک تاجر تھا جو کہ صاحب ثروت مالدار تھا اس کے دو بیٹے تھے اور اس کی خوش نصیبی کہ اس تاجر کے پاس رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے جب وہ تاجر فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی آدھی لے لی اور جب موئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا ایک چھوٹے بھائی کو دیدیا۔ تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ ہم آدھا آدھا کر کے لیتے ہیں۔ یہ سن کر چھوٹے بھائی نے جو کہ بڑا ہی خوش عقیدہ خوش نصیب اور ادب میں رنگا ہوا تھا اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہرگز اس بال مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کی شان عظیم اس سے بالاتر ہے کہ آپ کے بال مبارک کو توڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا یوں کریں کہ تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دیدے۔ یہ سن کر چھوٹا بھائی جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا۔ اس نے کہا مجھے اور کیا چاہیے اور اس نے دنیا فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دیدی اور

ابدی دولت یعنی تینوں بال مبارک خود لے لئے۔ پھر ان موئے مبارک کو ایک محفوظ جگہ پر ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب کبھی شوق آتا موئے مبارک کی زیارت کرتا اور سامنے کھڑا ہو کر درود پاک پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ بے نیاز کے دربار میں ایسی غیرت آئی کہ بڑے بھائی کا سارا مال ساری دولت چند دنوں میں ختم ہو گئی اور وہ کنگال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ شاہ کونین رحمت کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں اور اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اس

(چھوٹے بھائی) کی قبر پر آئے اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے چنانچہ اس اعلان کے بعد لوگ قصد کر کے اس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جو کوئی اس قبر کے علاقہ میں آتا سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔ (رونق المجالس' القول البدیع' سعادۃ الدارین)

فائدہ! یہ سارے انعامات موئے مبارک کا ادب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔

(۲) امام الاولیا، سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ شہر مرو کے کھاتے پیتے اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ باپ کے فوت ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی۔ پھر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمت دو عالم حبیب مکرم ﷺ کے دو بال مبارک ہیں آپ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان موئے مبارکہ کی برکت سے مہدی سیاری کو توبہ کی توفیق عطا کر اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ولی بنا لیا پھر آپ نے حضرت خواجہ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے پھر جب ان کا (خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کا) وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ دونوں بال مبارک ان کے منہ میں رکھ دیے گئے اب ان کے مزار مرو میں مشہور ہے۔ وامروز گور او بمرو ظاہر است مردماں بحاجت خواستن آنجا روند و مہمات از آنجا طلبند و مجرب است (کشف المحجوب) یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک مرو میں مشہور ہے اور لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی حاجتیں پاتے ہیں یہ مجرب ہے۔

فائدہ! یہ سار بہاریں ادب کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باادب رکھے آمین۔

(۳) ابو سعید عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ ہم بغداد کے دینی مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے ان ایام میں ایک غوث بغداد شریف میں وارد ہوئے (سید یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) وہ جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جائے۔ نوجوان تھے ہم تینوں اس غوث کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ابن سقا نے کہا میں تو اس غرض سے غوث کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اس سے ایسا سوال کروں جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بولا میں نے کہا میں بھی ایک سوال کروں گے اور دیکھوں گا کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی بولے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں غوث سے کوئی سوال کروں (ہرگز سوال نہیں کروں گا) میں تو ان کی خدمت میں زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ الغرض ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد ہمیں اس غوث کی زیارت نصیب ہوئی تو وقت کے غوث نے ابن سقا کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ اے ابن سقا تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے سوال کرنے آیا کہ میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا۔ اے ابن سقا تیر سوال یہ ہے کہ اور اس کا جواب یہ ہے۔ اے ابن سقا سن لے میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑک رہی ہے۔ اس کے بعد وقت کے غوث نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے عبداللہ تو بھی مجھ سے سوال کرنے آیا ہے تا کہ تو دیکھے کہ کیا جواب دیتا ہوں۔ لے یہ تیرا سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس غوث زمان نے شیخ عبدالقادر کی طرف نظر کی اور ان کو اپنے قریب کر لیا پھر عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا اے صاحبزادے اے عبدالقادر تو نے حسن ادب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کو راضی کر لیا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر چڑھ کر بھرپور مجمع میں وعظ کریں گے اور یوں فرمائیں گے میرا یہ قدم جملہ اولیاء کی گردنوں پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانے میں تمام اولیاء کرام نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے۔ اس کے بعد وہ غوث غائب ہو گئے۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی پر اس غوث کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور ہر خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا! میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیاء کرام نے آپ کے لئے اس کا اعتراف (اقرار) کیا۔ اور ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ (دینی علم حاصل کرنے میں) مشغول رہا یہاں تک کہ کمال علم حاصل کر لیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا۔ اور تمام علوم میں نیز فن مناظرہ میں مشہور ہو گیا۔ زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح۔ شکل کے اعتبار سے بڑا حسین لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور پھر قاصد (سفیر) بنا کر شام و روم کی طرف بھیجا۔ رومی بادشاہ نے ابن سقا کو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا پھر عیسائی مذہب کے علماء کو ابن سقا کے ساتھ مناظرہ

کے لئے بلایا تو ابن سقا نے سب علماء کو لا جواب کر دیا اور عیسائی علماء ہار گئے ۔اس کامیابی سے شاہ روم کے نزدیک ابن سقا کی عظمت اور بڑھ گئی اور یہی کامیابی ابن سقا کے لئے فتنہ کا سبب بنی ۔ازاں بعد ایک دن ابن سقا کی رومی بادشاہ کی شہزادی پر نظر پڑ گئی اور وہ اس شہزادی پر فریفتہ ہو گیا پھر بادشاہ سے شاہزادی کے رشتہ کی درخواست کر دی ۔شاہ روم نے کہا صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تو بھی عیسائی مذہب قبول کر لے ۔اس پر ابن سقا نے اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لیا تو شاہ روم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن سقا سے کر دیا ۔پھر تھوڑے عرصہ میں ابن سقا بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں تھا لوگوں نے اسے ایک کوچا میں ڈال دیا اور وہ گذر اوقات کے لئے دربدر کی بھیک مانگا کرتا اور اس کو کوئی منہ نہ لگاتا ابن سقا کو حد درجہ پریشانی اور روسیاہی پیش آئی ۔ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی کا اس پر گزر ہوا تو اس نے ابن سقا سے پوچھا کیا حال ہے؟ یہ سن کر ابن سقا نے جواب دیا کہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے ۔اس دوست نے ابن سقا سے پوچھا تجھے قرآن پاک بھی کچھ یاد ہے یا نہیں ابن سقا نے کہا ایک آیت یاد آ رہی ہے اور وہ یہ ہے ۔**ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین** ۔اس دوست کا بیان ہے کہ پھر ایک دن میں اس کی طرف گیا اور ابن سقا کو دیکھا وہ اتنا سیاہ ہو چکا ہے کہ جیسے جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے اور وہ نزع یعنی جان کنی کی حالت میں تھا میں نے اسے کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی وہ پھر مشرق کی طرف پھر گیا حتی کہ اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی ۔ابن سقا اس غوث کی بات یاد کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عبد اللہ بن عصرون نے کہا میرا قصہ یوں ہوا کہ میں دینی علوم پڑھ کر فارغ ہوا اور میں دمشق چلا آیا تو سلطان نور الدین شہید نے مجھے بلا کر اوقاف کا محکمہ میرے سپرد کر دیا اور میں اوقاف کا متولی بن گیا تو مجھ پر ہر طرف سے دنیا ہی دنیا آ رہی تھی اور میں غوث وقت کے فرمان کو یاد کیا کرتا تھا ۔الحاصل ہم تینوں پر غوث وقت کی بات پوری ثابت ہوئی ۔(انوار الحسنین مصنفہ اشرف علی تھانوی ص ۳۱) (فتاوی حدیثیہ)

تنبیہ

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صرف علم پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا انسان بیشک چودہ علم پڑھ لے اگر ادب نہیں تو سب کچھ لا حاصل ہے اور اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے ۔الطریق کلہ ادب ۔قابل غور بات ہے کہ ابن سقا ایک ولی ایک غوث کی شان میں معمولی سی بے ادبی کر کے ایمان ضائع کر بیٹھا تو جو شخص نبیوں کے نبی رسولوں کے امام حبیب خدا ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے اس کا حشر کیا ہوگا ۔الامان الحفیظ۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اگر مگر کے چکر چلا کر بے ادبی کر بیٹھتے ہیں ۔جی اگر نبی ﷺ کو علم ہوتا یوں کیوں ہوتا اگر نبی ﷺ کو اختیار ہوتا تو اپنے نواسوں کو کیوں نہ بچا لیا ۔فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۴) خواجہ خواجگان بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا ایک بار ایک نوجوان جو کہ بڑا فاسق و فاجر تھا ملتان میں فوت ہوا مرنے کے بعد کسی کو خواب میں ملا دیکھنے والے نے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کریم نے بخش دیا ہے خواب دیکھنے والے نے پوچھا معافی کس وجہ سے ہوئی تو اس نے کہا کہ ایک دن حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے تو میں نے براہ محبت آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا اللہ تعالی نے اسی عمل کی وجہ سے مجھے بخش دیا ہے ۔(خلاصۃ العارفین) یہ ذات والاصفات کا فضل ہے جس کا قرآن میں اعلان ہے ۔لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون ۔یعنی اللہ تعالی جو کچھ کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا یہ کیوں کیا اور وہ حق تعالی ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے۔

(۵) سیدنا خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسے لوگ اس کی غلط روش کی بنا پر شقی (بدبخت و دوزخی) کہا کرتے تھے ۔ایک دن وہ شخص خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر چلا گیا ۔راستہ میں کسی نے اس کو شقی کہہ کر پکارا تو غیب سے آواز آئی اب اس کو شقی نہ کہو

کیونکہ یہ ہمارے ولی جنید کی خدمت میں بیٹھ چکا ہے اور جو بھی ان کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھ جائے وہ شقی (بد بخت بد نصیب) نہیں رہ سکتا (ذکر خیر)

(۶) ایک شخص جو کہ نہایت ہی بد کردار فاسق و فاجر تھا ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ منہ دھونے گیا تو اتفاقاً وہاں نیچے بہاؤ کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے وضو کر رہے تھے اس کے دل میں خیال آیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کا مقبول اور امام وقت وضو کر رہا اور میرے جیسا نالائق انسان اوپر کی طرف بیٹھا ہاتھ منہ دھوئے یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے یہ خیال آتے ہی وہ اٹھا اور نیچے کی طرف آبیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا پھر جب وہ شخص فوت ہوا تو ایک بزرگ کو خواب میں ملا آپ نے پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اس نے دجلہ والا واقعہ سنایا اور کہا مجھے میرے رب کریم نے سیدنا امام احمد بن حنبل کا ادب کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ ذکر خیر)

(۷) مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علم دین حاصل کرنے گئے۔ علم دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آرہے تھے جب آگرہ پہنچے تو مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا حسن اتفاق سے سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آگرہ تشریف لائے۔ مولانا حمید بنگالی چونکہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے بداعتقاد تھے لہذا حضرت امام ربانی قدس سرہ کی آگرہ تشریف آوری کی خبر سن کر مولانا بنگالی نے اپنے وطن کو روانگی کا پروگرام بنایا تو مفتی آگرہ نے مولانا بنگالی سے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے۔ مولانا بنگالی نے بتایا کہ شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب ہی آکر ٹھہرے ہیں اور میں ان سے ملنا نہیں چاہتا اس لئے جا رہا ہوں مفتی صاحب نے استفسار کیا مولانا آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے وہ تو عالم دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ بنگالی صاحب نے کہا کہ میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ آخرکار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن کے بعد بنگالی صاحب پھر آ گئے مفتی صاحب نے کہا مولانا کیا ہوا آپ واپس آ گئے مولانا بنگالی بولے میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا تھا وہ لینے آیا ہوں مفتی صاحب نے فرمایا کہ تلاش کر لو بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر رہے تھے کہ مفتی صاحب نے بتایا کہ امام ربانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں مفتی صاحب نے مرحبا تشریف لائیں۔ یہ سن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہاں میں کہاں جاؤں مفتی صاحب نے فرمایا اس جگہ کوٹھری میں چھپ کر بیٹھے رہو۔ پھر جب سیدنا امام ربانی صاحب اندر تشریف لائے تو مفتی صاحب نے عرض کیا حضور کیسے تشریف لانا ہوا۔ فرمایا ایک مسئلہ کے متعلق تبادلہ خیال کرنا ہے مفتی صاحب نے عرض کیا حضور آپ سے کونسا مسئلہ پوشیدہ ہے تو فرمایا آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں لہذا تبادلہ خیال کرنے میں کونسا حرج ہے۔

(فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک بہانہ تھا حقیقت میں وہ بحکم الٰہی مولانا بنگالی کو شکار کرنے آئے تھے) اسی اثنا میں امام ربانی کی نظر مولانا بنگالی کی نظر سے دوچار ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا امام ربانی قدس سرہ حجرہ سے باہر نکلے تو مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ مولانا حمید الدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربانی کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا کہ پیچھے جاؤ دیکھو کہ بنگالی صاحب کہاں تک جاتے ہیں پھر اس نے آکر بتایا کہ حضرت امام ربانی مکان میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رو رہے ہیں۔ پھر حضرت صاحب نے شفقت فرمائی اور مولانا کو اندر بلا لیا اور پھر سلوک مجددی طے کرانا شروع کر دیا اور جب سلوک پورا ہو گیا اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت ایشان قدس سرہ العزیز نے فرمایا لاؤ دستار تاکہ مولانا کی دستار بندی کی جائے یہ سن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا اگر تبرک عطا کرنا ہے تو اپنے استعمالی جوتا عطا کر دیں آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ کہ جوڑا مبارک عطا ہو جائے اور جب جوڑا مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو دانتوں میں دبائے تین کوس پچھلے پاؤں چلتے گئے اور اپنے گھر میں ایک چبوترا بنایا اس پر وہ جوڑا مبارک بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا مولانا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہو جاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالا ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر جب مولانا بنگالی کا وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ رکھ دی گئی۔

(ملفوظات خواجہ خواجگان غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶)

فائدہ! ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر باذن اللہ دار الشفا بن گیا اور جن کے وسیلہ سے ولی ولی بنتے ہیں ان کا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہوگا انشاء اللہ جنت ملے گی۔ (اللہم ارزقنا ھذا بجاہ حبیبک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین)

(۸) سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا ان کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گنہگار اور کردار کا گندہ تھا اس نے سو سال اور ایک قول کے مطابق دو سو سال نافرمانیوں میں گذار دیئے اور جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اس کا غسل و کفن گوارا نہ کیا بلکہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک آئے ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہو گیا ہے اور اسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کو اٹھائیں اور عزت و احترام کے ساتھ تجہیز و تکفین کریں اور پھر آپ اس کا جنازہ پڑھائیں یہ سن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر وہاں پہنچے تو اسے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی پاپی ہے لیکن مامور تھے اسے اعزاز سے اٹھا کر تجہیز و تکفین کر کے جنازہ پڑھایا اور دفن کر دیا۔ بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے دربار الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ! یہ شخص اتنا مجرم و گنہگار اس اعزاز کا حقدار کیسے بن گیا۔ رب ذوالجلال نے فرمایا اے میرے نبی تھا تو یہ بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حقدار مگر ہوا یوں کہ ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس میں میرے حبیب کریم ﷺ کے نام مبارک پر اس کی نظر پڑی اور اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت نے جوش مارا اس نے نام محمد ﷺ کو بوسہ دیا آنکھوں پر رکھ کر اس نے درود پاک پڑھا تو میں نے اس کی اس تعظیم و ادب کرنے سے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کو اپنے بندوں میں شامل کر لیا۔

(مقاصد السالکین، القول البدیع، حلیۃ الاولیاء، سیرت حلبیہ)

(۹) سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نشہ میں دھت کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی اس کو اٹھا تو دیکھا کہ اس پر لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ بشر حافی نے اس کاغذ کو صاف کیا عطر لگایا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا اس پر اللہ ذوالجلال کا نام پاک لکھا ہوا تھا۔ اسی رات کسی اللہ والے کو حکم ہوا کہ بشر کو خوش خبری سناؤ کہ تو نے ہمارے نام کو معطر کر کے بلند مقام پر رکھا ہے لہٰذا ہم بھی بشر کو بلند مقام عطا کریں گے۔ اس اللہ والے نے یہ سوچ کہ بشر تو شرابی کبابی ہے کہیں میرا یہ الہام غلط نہ ہو۔ پھر دوسری بار حکم الٰہی ملا پھر تیسری بار یہی فرمان ملا وہ بشر کے گھر گئے تو وہاں پتہ چلا کہ بشر شراب خانے گیا ہوا ہے اور جب وہ اللہ والا شراب خانے گئے تو کسی نے بتایا کہ بشر تو شراب کے نشہ میں بدمست لیٹا ہوا ہے اس اللہ والے نے کہا کہ بشر کو پیغام دو کہ تیرے لئے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔ جب بشیر نے پیغام سنا تو ڈرتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے اور پیغام الٰہی سن کر ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ اس کے بعد خواجہ بشر حافی نے کبھی جوتا نہیں پہنا اسی لئے آپ کا لقب حافی ہوا اور حافی کا معنی ہے پابرہنہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشر جو شرابیوں کا سردار تھا اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ادب کرنے کی وجہ سے ولیوں کا سردار بنا دیا۔ (تذکرۃ الاولیا)

(۱۰) ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ اپنی سہیلیوں میں بیٹھی تھی کہ اذان شروع ہو گئی ان خواتین میں سے کسی عورت نے اذان کے دوران کوئی بات کرنا چاہی تو ملکہ زبیدہ نے اشارے سے منع کر دیا پھر جب ملکہ زبیدہ فوت ہو گئی تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس سبب سے بخشش ہوئی تو بتایا کہ اذان کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش ہو گئی (تعطیر الانام)

(۱۱) سلطنت عثمانیہ کا مورث اعلیٰ عثمان غازی ایک دن کہیں جا رہا تھا۔ رات ایک جگہ قیام کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید رکھا ہوا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ قرآن پاک ہے۔ عثمان غازی نے کہا قرآن پاک کے سامنے بیٹھ جانا خلاف ادب ہے اور وہ ہاتھ باندھے صبح تک کھڑا رہا۔ صبح جب وہ نکلا تو اسے ایک شخص ملا اور کہا کہ آپ کہاں تھے میں تو آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آپ نے چونکہ قرآن مجید کا ادب کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے سلطنت لکھ دی ہے۔ (تفسیر روح البیان سورۃ انبیاء)

اہل العرفان

حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

ابوعبداللہ نقشبندی

اسم گرامی: امیر المومنین، ممدوح المسلمین، فخر رحمۃ للعلمین کا نام نامی اسم گرامی عثمان، لقب ذوالنورین اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ والد محترم کا نام عفان تھا اور والدہ محترمہ کا اسم شریف اروی بنت کریز تھا۔ آپ قریش کی مشہور شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

شجرہ نسب: آپ رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر حضور نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ جیسا کہ عثمان بن عفان بن ابی العاص امیہ اکبر بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی الی آخرہ۔

ولادت باسعادت: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ عام الفیل کے چھٹے برس مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ عمر میں رسول پاک ﷺ سے تقریباً چھ سال چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ کا خاندان بنوامیہ زمانہ جاہلیت سے ہی نہایت معزز و محترم چلا آرہا ہے۔ پورے قریش میں بنی ہاشم کے سوا کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔

حلیہ مبارک: آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی، قد موزوں، سینہ مبارک کشادہ و فراخ، ریش مبارک گھنی، بازو چوڑے، پنڈلیاں پر گوشت اور چہرہ مبارک پر چند نشان چیچک کے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات کسی تاریخ میں نہیں ملتے۔ بس اتنا ضرور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سن بلوغت کو پہنچ کر اس زمانہ کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ اور لکھنے پڑھنے میں بہت مہارت حاصل کی۔ چونکہ عرب کے سرداران قوم کے لڑکے اونٹ چرایا کرتے تھے اور اس زمانہ میں اس کام کو کرنے میں کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ بھی اونٹ چرایا کرتے تھے۔

ذریعہ معاش: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اور اپنی امانت و دیانت، فہم و فراست اور راستبازی سے اس پیشہ میں اس قدر عزت حاصل کی کہ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

لقب ذوالنورین کی وجہ تسمیہ: آپ رضی اللہ عنہ کے لقب ذوالنورین کی درجہ ذیل وجہ تسمیہ بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل اپنی قوم میں نہایت مالدار اشخاص میں شمار ہوتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور فیاضی قوم میں مشہور تھی۔ اسلام سے قبل بھی ایسی ایسی سخاوتیں کیں کہ سخی مشہور ہو گئے۔ اسلام کے بعد ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بہت اہم کام سرانجام دیئے۔ لہٰذا بعض کے نزدیک سخاوت کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور ہوا۔

(۲) بعض کے نزدیک کثرت بیداری اور روزہ رکھنے سے آپ کا لقب ذوالنورین ہوا۔ کیونکہ روزہ اور نماز نور ہیں اور قیامت کے دن دونوں جانب سے آپ کا نور ہوگا۔

(۳) بعض یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسب دونوں جانب سے یعنی کہ والد محترم اور والدہ محترمہ کا سلسلہ جناب رسول خدا ﷺ سے مل جاتا ہے اس لئے آپ کو ذوالنورین کا ممتاز لقب ملا۔

(۴) اکثریت کی رائے یہ ہے کہ چونکہ سرور کائنات ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئی تھیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ذوالنورین کا لقب پایا۔ کیونکہ ذوالنورین کا معنی ہے دو نوروں والا۔

اوصاف و خصائص قبل از اسلام: حضرت سیدنا عثمان قبل

چونکہ آپ خلیفۃ الرسول اور داماد رسول ﷺ ہونے والے تھے اس لئے یہ توفیق اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے شامل حال تھی۔

واقعہ قبول اسلام: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عمر عزیز کا چونتیسواں سال تھا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ لہذا جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر شام سے واپس مکہ مکرمہ آئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے ملاقات ہوئی۔ آپؓ کے جناب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے گہرے مراسم تھے اور انہیں کی تبلیغ سے اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرت کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی خوبیاں بتائیں اور چند آیات قرآن مجید سے تلاوت فرمائیں۔ ثواب وعقائد کی کچھ تفصیل بیان کی۔ چونکہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت بر سر اصلاح تھی اور دین اسلام کی محبت غالب تھی لہذا دونوں اصحاب باسلام ہوئے اور طریقہ دین محمدی ﷺ اختیار کیا۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر آپ کے چچا بن العاص کو پہنچی تو وہ سخت غصے میں آئے۔ کیونکہ ان دنوں آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان اسلام کا سخت دشمن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا نے آپ کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سے کہا۔ کہ اے چچا آپ کی ان تکالیف اور مصائب کو میں راحت سمجھتا ہوں اگر تم میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو تو بھی میرے بدن کے ہر ٹکڑے سے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ کی صدا نکلے گی کیونکہ محبوب رب العالمین کی ہدایت حقہ نے میرے دل میں ایسا نقش جمایا ہے جو کسی بھی طرح نہیں مٹ سکتا۔ جب آپ کے چچا نے یہ الفاظ سنے تو آپ رضی اللہ عنہ کو انہی کے حال پر چھوڑ دیا۔

بیعت و خلافت: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کاری زخموں کے باعث جانبر ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو صحابہ کرام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا کوئی جانشین مقرر فرمادیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ یہ حضرات حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کبار اور سب سے ممتاز ہیں۔ اس کے علاوہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان میں سے جن صاحب پر اتفاق ہو وہ خلیفہ مقرر کر لیا جائے۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ان چھ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور انہیں ایک مکان میں جمع کیا گیا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پائے۔ کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ آخر کار سب نے اتفاق رائے سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اختیار دے دیا کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ مقرر کر دیں۔ اس طرح تین محرم ۲۴ھ کو بعد نماز فجر مسجد نبوی ﷺ میں تمام اکابرین قریش، شرفاء شہر، صحابہ کرام اور جملہ اصحاب و مہاجرین جمع ہوئے اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کو خلیفہ غنی کو خلیفہ مقرر کر کے بیعت کی بحران کے بعد تمام چھوٹے بڑے حاضرین نے بیعت کی۔ اس وقت آپ کی عمر ستر برس تھی۔ آپ کی کل مدت خلافت تقریباً بارہ برس تھی۔

سخاوت و فیاضی: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت و فیاضی کی بدولت آپ کو غنی کا لقب بھی ملا تھا رسول اکرم ﷺ کے عہد میں میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں مدینہ منورہ میں بئر رومہ تھا۔ جس کا مالک ایک یہودی تھا جو قیمت سے پانی دیا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ امیر لوگ تو پانی خرید لیا کرتے تھے لیکن غرباء کھارا پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ لہذا مسلمانوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو تیس یا پینتیس ہزار درہم یا دینار میں خرید کر مسلمانوں کیلئے موقف کر دیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک سال قحط پڑا۔ اہل مدینہ بہت تنگ حال ہوئے۔ اور فاقہ پر فاقہ ہونے لگا۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ غلہ کے لدے ہوئے جن پر گیہوں اور اناج بھرا ہوا تھا اہل مدینہ کیلئے وقف کر دیا۔

خلافت عثمانی: سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نرمی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیاست کو اپنا شعار بنایا اور ایک سال تک قدیم طریقہ نظم و نسق میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ البتہ خلیفہ سابق کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ کی جگہ کوفہ کا والی بنا کر بھیجا۔ خلافت عثمانی کے ابتدائی چند سالوں میں مملکت اسلامیہ میں امن وامان قائم رہا۔ ملک کا نظام بہت خوش اسلوبی سے چلتا رہا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور اسلامی سلطنت کی حدیں مشرق اور مغرب

دونوں طرف سے وسیع ہوتی چلی گئیں۔ آپ رضی اللہ کے دور خلافت میں خراج کی آمدنی میں اضافہ ہوا اور مال غنیمت بھی بہت ہاتھ آیا۔ ملکی تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ لوگوں کی معاشرتی حالت بہت بہتر ہوئی۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دو سال بعد ایسے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے جن کے باعث آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے اس دور میں دولت کی فراوانی کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں ایک عجیب تبدیلی آئی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں خوف خدا کی بجائے دنیا کی محبت اور مال و دولت کی ہوس جگہ لینے لگی تھی۔ قناعت کی بجائے حب دنیا اور تن آسانی نے لوگوں کے ذہنوں میں گھر کرلیا۔ خاندانی اور قبائلی رقابتیں اور خود غرضیاں نمودار ہو رہی تھیں۔ ذاتی اغراض کو لوگ قومی مفادات پر ترجیح دینے لگے تھے۔ ملک میں ایسی جماعتیں پیدا ہو چکی تھیں جو خلیفہ کے کاموں پر بھی معترض ہونے لگیں آخر کار یہ حالات اس قدر تشویشناک صورت اختیار کر گئے کہ خلیفہ کو اپنی ہی رعایا کے ہاتھوں شہید ہونا پڑا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں جو فتنہ و فساد برپا ہوا اس کی وجہ در حقیقت یہی ہے کہ دولت مندی کی اور تمول کی کثرت نے مسلمانوں میں بھی اس کے وہ لوازم پیدا کر دیے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں

فضائل و مناقب: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بے شمار احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں جن میں چند تحریر کی جارہی ہیں۔

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بڑے حیا والے ہیں۔

2- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی و رسول کی امت میں کوئی نہ کوئی اس کا دوست ہوتا ہے۔ میرا دوست عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہے

3- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور سرور عالم ﷺ کے پاس ایک مکان میں تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازہ سے اذن چاہا۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بڑے حیا والے ہیں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم کو اور مجھ کو ایک جگہ دیکھ کر شاید ان کو شرم دامنگیر ہو اور جس کام یا حاجت کو یہاں آئے ہیں۔ بغیر حصول غرض و حاجت ناکام واپس چلے جائیں۔

4- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ذوالنورین نے دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے جنت خریدی۔ ایک مرتبہ جب چاہ رومہ خریدا اور دوسری مرتبہ جب جیش العسرہ کا سامان مہیا کیا۔

5- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے میرے عادات و خصائل میں مجھ سے بہت مشابہہ ہیں

6- ابن عسا کر بروایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے پاس لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شرم و حیا کا ذکر کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کو حیا و شرم اس درجہ تھی کہ آدھی رات کو بند مکان میں جس کا دروازہ بھی بند ہوتا۔ آپ غسل کے واسطے کپڑے اتار کر ننگے ہو کر غسل کرنا چاہتے اور بدن پر پانی ڈالنے کا قصد کرتے تو ان کو شرم آتی۔ کھڑے رہنے کی بجائے جھک جاتے۔

واقعہ شہادت: ذوالحجہ کا مہینہ تھا اور جمعۃ المبارک کا روز، حج میں ابھی تین چار روز ہی گزرے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ عثمان صبر کیجئے۔ آج آپ ہمارے پاس افطار کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آج سفر آخرت کا دن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ویسے تہبند باندھے تھے لیکن اس روز پائجامہ منگوا کر پہنا تاکہ شہادت کے وقت ستر نہ کھل جائے۔ غلاموں کو آزاد کیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے وسیع و عریض مکان جس میں صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کی سات سو کے قریب تعداد موجود تھی کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ باغیوں کیلئے مکان کے دروازہ سے داخل ہونا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایسا کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ تاکہ قاتلوں کا سراغ نہ ملے۔ لہذا کچھ آدمی عصر کے وقت چوری سے پیچھے کی طرف سے چھت سے گزر کر آپ کے پاس پہنچے ایک شخص کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ اس زور سے ماری کہ آپ پہلو کے بل گر پڑے۔ سودان بن حمران المرادی نے کاری ضرب لگائی۔ جس سے خون کا فوارہ جاری رہا گیا۔ ایک اور سنگدل عمرو بن الحمق سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا اور جسم کے مختلف حصوں پر نیزوں کے نو زخم لگائے کسی بدبخت نے بڑھ کر تلوار کا

وار کیا۔ وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہ جو پاس بیٹھی تھیں ہاتھ پر روکا، جس سے تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں۔ اس وار نے حضرت ذوالنورین کی شمع حیات بجھا دی۔ حشرات ارض وسما نے خون ناحق پر آنسو بہائے۔

نماز جنازہ: جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ دو دن تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ حرم رسول میں قیامت برپا تھی۔ باغیوں کی حکومت تھی۔ ان کے خوف سے کسی کو اعلانیہ دفن کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ہفتہ کا دن گزر گیا۔ تو رات کو چند آدمیوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر تجہیز و تکفین کی ہمت کی اور غسل دیئے بغیر اسی طرح خون آلود پیراہن میں جنازہ اٹھایا اور کل سترہ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار شریف جنت البقیع کے آخری حصہ میں موجود ہے۔

ازواج مطہرات واولاد پاک: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ پہلی زوجہ محترمہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی رقیہ تھیں۔ ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جن کا نام عبداللہ تھا۔ بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت رقیہ نے غزوہ بدر کے موقع پر وفات پائی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے نکاح ہوا۔ یہ نکاح کے چھ سات سال بعد فوت ہو گئیں۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی۔ انکی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے آٹھ نکاح کیئے۔ کئی صاحبزادے ہوئے جن میں سے حضرت ابان نے کافی شہرت حاصل کی۔

آپ کے اقوال زریں: آپ نے فرمایا:-

1- نیک اعمال جن کے کرنے پر قدرت رکھتے ہو اپنی موت آنے سے پہلے کر لو۔

2- جس کی دنیا قید خانے کی طرح گزرے اس کو قبر میں راحت و آرام میسر ہو گا۔

3- اللہ تعالی کے ساتھ معاملہ تجارت کرو پورا نفع پاؤ۔

4- دنیا کا غم تاریکی ہے۔ اور آخرت کی فکر و جستجو نور ہے۔ جس سے دل نورانی ہو جاتا ہے۔

5- متقی کی علامت یہ ہے کہ تمام جہان کو یہ خیال کرے کہ وہ نجات پا گیا ہے اور اپنے آپ کو تباہ سمجھے اور ڈرتا رہے۔

6- حدود شرعیہ کی حفاظت کریں۔ جو کچھ پاس موجود ہو اس پر راضی اور شاکر رہیں۔ اور جو چیز گم ہو جائے یا پاس نہ ہو اس پر صبر کرنا ہی عبودیت ہے

7- دنیا کا قیام اور دار و مدار فقط دھوکے پر ہے۔ ہوشیار رہو کہ تم کو دنیا فریب نہ دے۔ اور خدا کے ڈر سے تم کو شیطان نہ بھلا دے۔

شرف زیارت

(ابو عبداللہ نقشبندی)

طریقت، رہبر شریعت، اموز واقف حقیقت مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی مدظلہ العالی، لاہور، شیخوپورہ، فاروق آباد اور مانانوالہ کے تبلیغی دوروں پر تھے جناب حاجی عبدالرزاق، جناب صوفی محمد سرور، جناب صوفی محمد رفیق، کے علاوہ بندہ ناچیز کو بھی ان دوروں کی روحانی، ایمانی اور نورانی ساعتوں سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔ 7 جنوری 2002ء، بروز پیر قریباً صبح ساڑھے دس بجے مانانوالہ شریف پہنچے کیوں کہ وہاں پر ایک بزرگ ہستی کی زیارت کا شرف حاصل کرنا تھا۔ جو نہ صرف سلطان الاولیا، حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے منظور نظر خادم اور خلیفہ مجاز ہیں بلکہ انہوں نے شہنشاہ ولدیت حضور شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کی زیارت پاک سے استفادہ بھی کیا ہوا ہے۔ یہ بزرگ پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت علامہ مولانا محمد قاسم صاحب ہیں جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دعا سلام اور دست بوسی کے بعد جناب قبلہ آسی صاحب نے عرض کی کہ جناب آپ نے مجھے پہچانا ہے۔ تو فرمانے لگے آسی صاحب آپ تو میرے دل میں رہتے ہیں پہچانوں گا کیسے نہیں۔

جناب مولانا محمد قاسم صاحب عرصہ سات سال سے صاحب فراش ہیں عمر شریف ے اسی سال گزار چکنے کے باوجود بھی اپنے قلب اور اپنی گفتار میں بے نظیر و بے مثال سوز و گداز۔ جوش وولولہ اور اسلام کی محبت و تڑپ رکھتے ہیں آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف اور پیر و مرشد حضور نقش لاثانی سے از حد محبت عقیدت کی بدولت گفتگو کے دوران حضور نقش لاثانی کے اقوال اور کرامات کا بار بار ذکر کرتے ہے اور آنکھوں سے اشکوں کی برسات جاری رہی ان رقت آمیز لحوں میں ہمارے قلوب بھی عجیب کیف و سرور میں جھومتے رہے۔ لہذا گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے جناب قبلہ آسی صاحب نے وپچھا کہ جناب بتائیں کہ اس حالت میں آپ نماز کی ادائیگی کیسے کر پاتے ہیں تو فرمانے لگے۔ آسی صاحب آپ میرے لیے دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھے اتنی ہمت و طاقت عطا فرمادے کہ میں گھر کی بجائے مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کروں ویسے تو میرے بیٹے میرے اصرار پر جمعتہ المبارک کے دن وہیل چیر پر بٹھا کر مسجد میں لیجاتے ہیں اور چند منٹوں کے لئے خطاب بھی کرتا ہوں۔ آپ یقین مانیے کہ مجھے اپنے دو بیٹوں کے شہید ہو جانے اور اپنی بیماری اور کمزوری کا ذرا بھی غم نہیں ہے۔ غم تو صرف مسجد میں جا کر نماز ادا نہ کرنے کا ہے یہ ایمان افروز باتیں سن کر ہم اس قدر حیرت میں ڈوب گئے کہ ایک کمزور ناتواں اور ضعیف العمر صاحب فراش شخص نماز سے کس قدر محبت رکھتا ہے۔

ادھر ہم ہیں کہ جوان، طاقتور اور ہر قسم کی سہولیات میسر ہونے کے باوجود بھی نماز کی اہمیت، فضیلت اور اس کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے سارا دن دوڑ دھوپ میں گزار دیتے ہیں چند منٹ نماز کیلئے نہیں نکال سکتے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہمیں بھی احکام الٰہی کی تکمیل اور سنت مطہرہ پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگان دین سے سچی محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ (آمین)

دستور کمیٹی کا اجلاس

شیران اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ارکان پر مشتمل دستور کمیٹی کا اجلاس پیر طریقت، رہبر شریعت مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں مورخہ 17/1/2002 بروز جمعرات نقش لاثانی پبلک ہائی سکول سیالکوٹ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مرکزی امیر شیران اسلام، مجاہد ملت، مجاہد اسلام جناب شجاعت علی مجاہد صاحب نے فرمائی۔ اجلاس میں متفقہ رائے سے جناب ابوعبداللہ نقشبندی کو تنظیم ھذا کا مرکزی ناظم نشرواشاعت بنایا گیا۔ علاوہ ازیں تنظیم کے دستور کے اہم پہلوؤں پر مزید بہتری کے لیے غور و خوض کیا گیا اور طے پایا کہ آئندہ اجلاس میں دستور کو حتمی شکل دی جائے گی۔ اس طرح دعائے خیر کے ساتھ ہی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اجلاس میں شرکت کنندگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔ (۱) حضور قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ ☆☆ (۲) جناب شجاعت علی مجاہد صاحب ☆☆ (۳) جناب محمد ارشد طہرانی صاحب ☆☆ (۴) جناب غلام مصطفیٰ مجددی صاحب ☆☆ (۵) جناب پروفیسر محبوب عارف صاحب ☆☆ (۶) جناب پروفیسر منور سعید صاحب ☆☆ (۷) جناب ابوعبداللہ نقشبندی صاحب ☆☆ (۸) جناب رانا عطا الحق صاحب ☆☆ (۹) جناب محسن مجاہد صاحب ☆☆ (۱۰) جناب حافظ ظفر ندیم صاحب

اطلاعاً تحریر ہے کہ جناب نور المصطفیٰ ناظم اعلیٰ تنظیم ھذا ذاتی مصروفیات کے باعث اجلاس میں شرکت نہ فرما سکے۔ جن کی کمی شدت سے محسوس کی گئی۔ اُمید ہے کہ وہ آئندہ اجلاس میں مایوس نہیں فرمائیں گے۔

مجاہدین کی قبریں مزارات کے روپ میں

20 جنوری 2002ء روزنامہ نوائے وقت کے مطابق افغانستان کے صوبہ قندھار کے قریبی قبرستان لو یہ ولہ القائدہ کے عرب مجاہدین کی قبریں آہستہ آہستہ مزارات کا روپ اختیار کرتی چلی جارہی ہیں۔ مقامی لوگوں کی بڑی تعداد وہاں حاضری دے کر دعائیں اور منتیں مانگ رہے ہیں۔ اس طرح متعدد قبروں کو رنگین جھنڈیوں اور شالوں سے دلہن کی طرح سجایا گیا ہے لوگوں کی بڑی تعداد نماز فجر کے بعد اور نماز مغرب کے قبل ان مزارات کی زیارت کو آتے ہیں۔ جبکہ جمعرات کی شام کو زائرین کی تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر مختصر اور صاحب ثروت عقید مندنذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ مقامی لوگوں کے دلوں میں ان قبروں کی محبت و عقیدت اسقدر بڑھ چکی ہے۔ کہ اب وہ ان قبروں کی ذراسی بھی بے حرمی برداشت نہیں پاتے۔ مثلاً چند دن قبل قندھار کے گورنر گل آغا شیرزئی نے رات کی تاریکی میں ان قبروں سے جھنڈیاں اور شالیں ہٹالیں بلکہ قبروں کے پتھروں کو بھی اکھیڑ دیا تو اس ناپاک اقدام سے عقدتمندوں اور ارادتمندوں کے دلوں میں امریکہ اور اس کے جواریوں کے خلاف کالاوا ابل پڑا۔ ہجوم نے ایک گاڑی جس میں غیر ملک کافی سوار تھے۔ پتھروں کی بارش کردی۔ اب یہ نفرت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ علاوہ ازیں قندھار ہسپتال میں خودکشی کرنے والے عرب مجاہد کی نعش کھلے میدان میں پڑی تھی تو ایک گارڈ راز محمد نامی نے ٹشو پیپر اور اپنی قمیض کے ٹکڑوں کو مجاہد کے لعاب سے تر کیا ٹکڑوں کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جن سے عجیب وغریب خوشبو آتی ہے۔

تعزیت

(1) پچھلے دنوں جناب قاری محمد عظیم مجددی چواری کے خط سے معلوم ہوا کہ کالاکے ضلع گوجرانوالہ کے پاکستان سنی فورس کے راہنما جناب مولانا رفاقت علی چٹھہ کے والد محترم چوہدری حیات محمد چٹھہ قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے (اناللّٰہ وانا الیہ راجعون) ان کی نماز جنازہ پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

تعزیت

(2) حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ النورانی کے منظور نظر غلام جناب رضائے مصطفےٰ صاحب کی والدہ محترمہ مورخہ 21۔ جنوری 2002ء بروز پیر سیالکوٹ میں قضائے الٰہی سے وصال فرما گئیں (اناللّٰہ وانا الیہ راجعون) ان کی نماز جنازہ حضور قبلہ عالم صاحبزادہ پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب سجادہ نشین دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف ضلع نارووال کے حکم سے پیر طریقت حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نے پڑھائی۔ اگلے روز قل شریف کا ختم شریف پڑھا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ، مرحومہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور برادر طریقت جناب

رضائے مصطفےٰ اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

آہ! ایک اور چراغ بجھ گیا

شہید محبت، قتیل عشق فرید حضور الحاج **بابا نور محمد خان** چشتی نظامیؒ سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیر برہان الحق چشتی نظامی سرگودھا شریف مورخہ 23 جنوری بروز بدھ وصال فرما گئے ہیں (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)۔

نماز جنازہ میں حضور ضیا الاُمت کے صاحبزادگان جناب پیر امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف اور جناب حاجی حفیظ البرکات شاہ صاحب ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور معروف روحانی شخصیت جناب حکیم عنایت احمد قادری نوشاہی صاحب و دیگر علاقہ کی مذہبی و روحانی شخصیات کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ جناب محمد رضا الدین صدیقی صاحب نے پڑھائی۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ رب العزت آپ کے فیض سے ہم سب کو فیض مستفیض فرمائے (آمین)

آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں نارووال کے منظور نظر غلام معروف نعت گو شاعر ثناء خوان مصطفےٰ اور عاشق رسول جناب عبدالستار نیازی صاحب پچھلے دنوں اس دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

حضورؐ سرورِ کائنات کی یاد میں

ساتویں سالانہ

میلاد کانفرنس

20 اپریل 2002ء بروز ہفتہ

بعد از نماز ظہر تا رات 2 بجے

صدارت: پیر سید ظفر اقبال شاہ علی پوری

آمد خاص: پروفیسر محمد حسین آسی شکر گڑھ

نظامت: محمد محبوب عارف

نقابت: غلام مصطفےٰ مجددی

خطاب: مولانا محمد ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی
علامہ محمد رضاء الدین صدیقی لاہور

خصوصی خطاب: پیر سید شبیر حسین حافظ آبادی

منجانب: ادارہ تعلیمات مجددیہ

بتعاون: بزم لاثانی پاکستان تحریک شیران اسلام پاکستان

قدوۃ السالکین، اُسوۃ الکاملین، غوثِ صمدانی، نقشِ لاثانی حضور قبلہ عالم پیر سیّد علی حسین شاہ علی پوری

سالانہ

عرس شہنشاہ ولایت

عظیم الشان

مورخہ ۴ ذوالحج بمطابق 17 فروری

بروز اتوار

بمقام: نقش لاثانی نگر شکرگڑھ

بوقت: صبح ۱۰ بجے تا بعد نماز عصر

صدارت

اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضور پیر

سید ظفر اقبال شاہ

سجادہ نشین علی پور شریف

مہمان خصوصی

محقق دوراں، فاضل ذیشان

حضرت علامہ مفتی غلام

قمر الدین سیالوی

سرگودہا

جملہ برادران طریقت

اور

احباب اہل سنت کو

شرکت کی دعوت ہے

آمد خاص

جناب شجاعت علی مجاہد

مرکزی امیر شیران اسلام پاکستان

نقابت

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

مدیر ”الحقیقہ“

لنگر شریف کا انتظام ہوگا۔

الداعی الی الخیر

الحاج محمد حسین آسی نقشبندی